TUE.9.July.2024
VOLUME:19 NO: 174
PRICE: 3=00
Mob:8055362952
Pages:4

Established May 1994 : قائم شدہ: مئی

ورقِ تازہ
ناندیڑ

RNI No. MAHURD/2006/16935
ناندیڑ اور پربھنی سے علاحدہ ایڈیشن کی اشاعت
waraquetaza.com
waraquetaza.com/E-paper

بروز منگل 9/ جولائی 2024
جلد:19 شمار 174
2/ محرم الحرام 1445ھ
قیمت 3=00 روپے
صفحات: 4

THE WARAQU-E-TAZA URDU DAILY NANDED
waraquetazadaily@rediffmail.com-Email:waraquetazadaily@yahoo.co.in
HON'RY EDITOR:Mohd.Taqui (M.A,B.Ed) اعزازی مدیر: محمد تقی (ایم۔اے،بی۔ایڈ)

ممبئی میں طوفانی بارش کا سلسلہ جاری عام زندگی مفلوج متاثر

چند گھنٹوں میں ریکارڈ 500 ملی میٹر بارش، تعلیمی اداروں میں تعطیل، دوسرے اضلاع میں بھی ہائی الرٹ

ممبئی، 8جولائی (ایجنسیز) عروس البلاد ممبئی میں نصف شب سے جاری طوفانی بارش سے عام زندگی متاثر، تعلیمی اداروں میں چھٹی کا اعلان کر دیا گیا ہے جبکہ ممبئی کی لائف لائن لوکل ٹرینیں مکمل طور پر بند ہوگئیں اور طویل مسافری ٹرینوں کو منسوخ کر دیا گیا ہے، جن میں پونے ممبئی کے درمیان دکن کوئین بھی شامل ہے، دفتر موسمیات کے مطابق شہر میں چھ گھنٹے میں ریکارڈ 300 ملی میٹر بارش ہوئی اور ممبئی میونسپل کارپوریشن نے ہائی الرٹ کا اعلان کردیا ہے۔ بارش کا سلسلہ جاری ہے اور بتایا جاتا ہے کہ چند گھنٹوں میں تقریباً 500 ملی میٹر بارش ہوچکی ہے۔ اضح رہے کہ ممبئی میں پیر کے روز شدید بارش ہوئی جس سے متعدد علاقوں میں پانی بھر جانے کی صورتحال پیدا ہوگئی۔ ممبئی انٹرنیشنل ایئرپورٹ پر رن ویز پر کم روشنی کی وجہ سے کئی پروازیں اندور اور احمد آباد کی طرف موڑ دی گئیں۔ شہر سڑکیں پانی میں ڈوب گئی ہیں، جبکہ ریلوے پٹریاں زیر آب آگئیں۔ مہاراشٹر کے وزیر اعلی ایکناتھ شندے نے ممبئی اور ریاست میں سیلاب کی صورتحال کا جائزہ لیا۔ محکمہ موسمیات کے مطابق، آئندہ 24 گھنٹوں میں مالیاتی دارالحکومت میں مزید بارش کا امکان ہے۔

محکمہ موسمیات نے ممبئی میں بہت زیادہ بارش کی پیش گوئی کرتے ہوئے اورنج الرٹ جاری کیا ہے۔ وسطی شہر میں لوکل ٹرین کی آمدورفت متاثر ہوئی جبکہ مضافاتی ٹرینیں 10 منٹ تاخیر سے چل رہی تھیں کیونکہ پانی ماٹونگا روڈ ریلوے اسٹیشن اور دادر اسٹیشن کے درمیان پٹری کی سطح سے اوپر تھا۔ طلباء کی تکلیف سے بچنے کے لیے، برہن ممبئی میونسپل کارپوریشن (بی ایم سی) نے شہر کے تمام شہری، سرکاری اور نجی اسکولوں اور کالجوں کے لیے اس دن کی تعطیل کا اعلان کیا۔ دریں اثنا، دفتر موسمیات نے مہاراشٹر کے پونے، رتنا گیری، رائے گڑھ، امراوتی اور ناگپور اضلاع میں یلو الرٹ جاری کیا ہے۔ محکمہ نے 8 جولائی کو خطے میں بہت زیادہ بارش کی پیش گوئی کے ساتھ سندھو درگ ضلع کو ریڈ الرٹ جاری کیا ہے۔ ممبئی میں صبح 8 بجے سے شام 6 بجے کے درمیان شہر میں 8.101 ملی میٹر اور مضافاتی علاقوں میں 1.14 ملی میٹر بارش ہوئی۔ درختوں اور شاخوں کے گرنے کے لیے 40 کالیں موصول ہوئیں۔ کسی کو چوٹ لگنے کی اطلاع نہیں ہے۔ سانتا کروز میں شارٹ سرکٹ کے باعث ایک آگ لگ گئی۔ ایک خاتون جو زخمی تھی اسپتال میں دم توڑ گئی،" بی ایم سی نے ایک بیان میں کہا۔ ہندوستانی محکمہ موسمیات (آئی ایم ڈی) نے ممبئی کے لیے ریڈ الرٹ جاری کیا ہے۔ ممبئی والوں کو مشورہ دیا گیا ہے کہ وہ گھروں سے باہر نکلنے سے گریز کریں۔ انٹاپ ہل وڈالا علاقے میں مستری پارک سوسائٹی کے احاطے میں پانی جمع ہوگیا اور بجلی سپلائی متاثر ہونے سے مکینوں کو دشواری کا سامنا کرنا پڑا۔ محکمہ موسمیات ممبئی کے لیے ریڈ الرٹ جاری کیا ہے۔ بی ایم سی نے کہا کہ ممبئی کے شہری، اگر ضرورت نہ ہو تو اپنے گھر سے باہر نکلنے سے گریز کریں۔ براہ کرم کسی بھی افواہ پر یقین نہ کریں۔ اگر ضرورت ہو تو مدد اور سرکاری معلومات کے لیے براہ کرم 1916، میونسپل کارپوریشن کے مین کنٹرول روم کا رابطہ نمبر ڈائل کریں۔" بی ایم سی نے ایک بیان میں کہا کہ دادر ٹی ٹی میں پانی بھر جانے کی وجہ سے عارضی طور پر بند ہے۔ مسافروں سے گزارش ہے کہ وہ نوٹس لیں۔ پیر کی شام 7:00 بجے آئی ایم ڈی ممبئی کی طرف سے جاری کردہ پیشن گوئی کے مطابق، اگلے 3-4 گھنٹوں کے دوران ممبئی، رائے گڑھ، اور رتنا گیری کے اضلاع میں الگ تھلگ مقامات پر بارش کے شدید امکانات ہیں۔ ممبئی ایئرپورٹ کے رن وے آپریشن موسلا دھار بارش کی وجہ سے متاثر ہیں، اور 51 پروازیں منسوخ کی گئی ہیں اور، 27 کا رخ موڑ دیا گیا۔ ممبئی میں موسلا دھار بارش کی وجہ سے نہ صرف سڑک اور ریل ٹریفک بلکہ ہوائی ٹریفک میں بھی خلل پڑا ہے۔ چھترپتی شیواجی بین الاقوامی ہوائی اڈے پر کام شدید بارش کے درمیان متاثر ہوا، جس کی وجہ سے کئی پروازوں کا رخ موڑ دیا گیا اور 50 سے زیادہ منسوخ ہو گئے۔ ممبئی میں موسلا دھار بارش سے ٹرین سروس متاثر ہوئیں، اسکول، کالج بند کر دیئے گئے ہیں، ممبئی اور اس کے آس پاس کے علاقوں میں گزشتہ 24 گھنٹوں میں شدید بارش ہوئی ہے جس کی وجہ سے بڑے پیمانے پر پانی جمع ہو گیا ہے اور مضافاتی ٹرین خدمات متاثر ہوئی ہیں۔ شہر کے کچھ علاقوں میں پیر کی صبح 1 بجے سے صبح 7 بجے تک چھ گھنٹوں کے اندر 300 ملی میٹر سے زیادہ بارش ریکارڈ کی گئی ہے۔ محکمہ موسمیات (آئی ایم ڈی) نے ممبئی، تھانے، پالگھر اور کونکن پٹی کے لیے اورنج الرٹ جاری کیا ہے۔ وکرولی کے ویر ساورکر مارگ میونسپل اسکول اور ایم سی ایم سی آر پوائی میں گزشتہ 24 گھنٹوں میں سب سے زیادہ بارش ہوئی کیونکہ 315 ملی میٹر سے زیادہ بارش ریکارڈ کی گئی ہے۔ ہوائی جھیل چھلک گئی ہے۔ ممبئی کے وسطی علاقے اور مضافاتی علاقوں میں پانی ہاؤسنگ سوسائٹیوں میں گھس گیا ہے۔ ممبئی یونیورسٹی نے آج ہونے والے امتحان 13 جولائی تک ملتوی کر دیا ہے۔ مہاراشٹر بھر میں بھی کوکن، مغربی خطہ، ودربھ اور مراٹھواڑہ جیسے خطوں میں موسلا دھار بارشوں نے عام زندگی مفلوج ہوئی ہے۔

'مشکلات کا حل محبت اور بھائی چارہ'

تشدد زدہ منی پور کا دورہ کرنے کے بعد راہل گاندھی کا ردعمل

امپھال:8/ جولائی (ایجنسیز) لوک سبھا میں حزب اختلاف کے لیڈر راہل گاندھی پیر کے روز منی پور پہنچے اور پہلے تشدد متاثرین سے ملاقات کی، پھر منی پور کی گورنر انوسوئیا اوئیکے کے ساتھ میٹنگ کر موجودہ حالات پر تبادلہ خیال کیا۔ بعد ازاں ایک پریس کانفرنس میں راہل گاندھی نے پی ایم مودی پر سخت حملہ کرتے ہوئے کہا کہ جو کچھ منی پور میں ہو رہا ہے، ویسا انھوں نے ملک میں کہیں نہیں دیکھا۔ راہل گاندھی نے نامہ نگاروں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ "میں تیسری بار منی پور آیا ہوں۔ میں نے سوچا تھا کہ زمین پر حالات کافی بہتر ہوئے ہوں گے، لیکن افسوس کی بات ہے کہ مجھے کچھ بھی بہتری نہیں دکھائی دی۔ میں راحتی کیمپ میں لوگوں سے ملا، ان کے دل کی باتیں سنیں، ان کا درد دیکھا اور سمجھا۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تشدد اور نفرت سے کوئی راستہ نہیں نکلے گا۔ محبت، احترام اور بھائی چارہ سے حل نکل سکتا ہے۔" کانگریس رکن پارلیمنٹ نے گورنر انوسوئیا اوئیکے سے ملاقات کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ "ہم نے گورنر سے بات کی اور انھیں بتایا کہ کانگریس پارٹی سے جو بھی بن پڑے گا، ہم کریں گے۔ میں وزیر اعظم سے کہنا چاہتا ہوں کہ وہ منی پور آ کر یہاں جو کچھ ہو رہا ہے، اسے سمجھنے کی کوشش کریں۔ یہاں کے لوگوں کے درد کو سنیں اور سمجھیں۔" وہ مزید کہتے ہیں کہ "پورا ملک چاہتا ہے کہ وزیر اعظم نریندر مودی منی پور آ کر عوام کی بات سنیں تا کہ لوگوں کو ایک بھروسہ ملے۔" کانگریس رکن پارلیمنٹ نے گورنر انوسوئیا اوئیکے سے ملاقات کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ "ہم نے گورنر سے بات کی اور انھیں بتایا کہ کانگریس پارٹی سے جو بھی بن پڑے گا، ہم کریں گے۔ میں وزیر اعظم سے کہنا چاہتا ہوں کہ وہ منی پور آ کر یہاں جو کچھ ہو رہا ہے، اسے سمجھنے کی کوشش کریں۔ یہاں کے لوگوں کے درد کو سنیں اور سمجھیں۔" وہ مزید کہتے ہیں کہ "پورا ملک چاہتا ہے کہ وزیر اعظم نریندر مودی منی پور آ کر عوام کی بات سنیں تا کہ لوگوں کو ایک بھروسہ ملے۔" راہل گاندھی نے میڈیا سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ "میں نے متاثرین سے بات کی، یہ وقت امن کا مطالبہ کر رہا ہے۔ میں منی پور کے لوگوں سے کہنا چاہتا ہوں کہ میں آپ کے بھائی کی طرح آیا ہوں۔ یہاں امن کے لیے جو ضروری ہوگا وہ کرنے کو تیار ہوں۔ میں اس معاملے پر سیاست نہیں کرنا چاہتا، تشدد کسی بھی چیز کا حل نہیں ہے۔" اس سے قبل راہل گاندھی نے آج منی پور کے جریبام اور چراچند پور ضلعوں میں موجود مختلف راحتی کیمپوں کا دورہ کیا۔ یہاں انھوں نے تشدد متاثرین سے ملاقات اور بات کی۔ ریاست میں گزشتہ سال مئی میں میتئی اور کوکی طبقہ کے درمیان نسلی تصادم شروع ہوا تھا جو اب بھی جاری ہے۔ اب تک اس تشدد میں 200 سے زائد افراد ہلاک ہو چکے ہیں۔

"خواتین کے مواقع کم ہو سکتے ہیں"، خواتین کے لیے 'ماہواری تعطیل' پر سپریم کورٹ نے کیا تلخ تبصرہ

نئی دہلی: خواتین کے لیے 'ماہواری تعطیل' (حیض کے وقت چھٹی) کے تعلق سے سپریم کورٹ میں آج انتہائی اہم بحث ہوئی۔ پیر کے روز اس تعلق سے ایک عرضی پر سماعت کرتے ہوئے مرکزی حکومت کو ہدایت دی ہے کہ وہ ریاستوں اور دیگر اسٹیک ہولڈرس کے ساتھ مشورہ کر کے 'ماہواری تعطیل' پر ایک گائیڈ لائن تیار کرے۔ چیف جسٹس ڈی وائی چندر چوڑ، جسٹس جے بی پاردیوالا اور جسٹس منوج مشرا کی بنچ نے خواتین کے لیے 'ماہواری تعطیل' کو پالیسی سے جڑا ایشو قرار دیا اور کہا کہ یہ کوئی ایسا معاملہ نہیں ہے جس پر عدالتوں کو غور کرنا چاہیے۔ اس کے علاوہ بنچ نے یہ بھی کہا کہ اگر خواتین کے لیے ایسی چھٹی دیے جانے کا فیصلہ عدالت کرتی ہے تو اس کا اثر منفی بھی دیکھنے کو مل سکتا ہے، کیونکہ کمپنی انھیں کام دینے سے پرہیز کر سکتی ہے۔ یعنی ماہواری تعطیل سے متعلق فیصلہ کے بعد خواتین کے مواقع کم ہو سکتے ہیں۔ عدالت نے آج سماعت کے دوران عرضی دہندہ سے سوال کیا کہ تعطیل خواتین کو زیادہ سے زیادہ ورک فورس کا حصہ بننے کے لیے کس طرح حوصلہ بخشے گا؟ ساتھ ہی بنچ نے کہا کہ اس طرح کی چھٹی لازمی قرار دیے جانے سے خواتین کو ورک فورس سے دور کیا جا سکے گا، اور ہم ایسا نہیں چاہتے۔ بنچ نے مزید کہا کہ یہ حقیقی معنوں میں حکومت کی پالیسی کا پہلو ہے۔ اس پر عدالتوں کو غور کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ حالانکہ بنچ نے اس معاملے میں عرضی دہندہ اور وکیل شیلندر ترپاٹھی کی طرف سے پیش وکیل راکیش کھنہ کو وزارت برائے ترقی خواتین واطفال کے سکریٹری اور ایڈیشنل سالیسٹر جنرل ایشوریہ بھاٹی کے سامنے پیش ہونے کی اجازت دے دی۔ بنچ نے کہا کہ "ہم سکریٹری سے پالیسی سطح پر معاملے کو دیکھنے اور سبھی اسٹیک ہولڈرس سے مشورہ کرنے کے بعد فیصلہ لینے کی گزارش کرتے ہیں۔ ساتھ ہی یہ دیکھ سکتے ہیں کہ کیا ماہواری تعطیل پر ایک گائیڈ لائن تیار کی جا سکتی ہے۔"

فلموں میں معذور افراد کو مذاق نہ بنایا جائے

فلم انڈسٹری کو سپریم کورٹ کی سخت ہدایت

نئی دہلی:8/ جولائی (ایجنسیز) فلموں میں معذور افراد کے کردار کے حوالے سے سپریم کورٹ نے آج (8 جولائی) ایک اہم حکم جاری کیا ہے۔ اپنے فیصلے میں سپریم کورٹ نے معذور افراد پر طنزیہ یا تضحیک آمیز تبصروں سے گریز کرنے کی ہدایت دی ہے۔ اس حوالے سے سپریم کورٹ نے فلم، ڈاکیومینٹری اور ویژول میڈیا پروڈیوسرز کے لیے تفصیلی ہدایات بھی جاری کی ہیں۔ سپریم کورٹ نے یہ فیصلہ معذوروں کے حقوق کے لیے جدوجہد کرنے والے وکیل نپون ملہوترا کے ذریعے فلم 'آنکھ مچولی' کے خلاف دائر درخواست پر دیا ہے۔ معذوروں کے حقوق کے کارکن نپون ملہوترا نے الزام لگایا تھا کہ فلم میں معذوروں کے خلاف توہین آمیز ریمارکس کیے گئے ہیں۔ اس درخواست پر سماعت کرتے ہوئے چیف جسٹس ڈی وائی چندر چوڑ اور جسٹس جے بی پاردی والا کی بنچ نے کہا کہ ہمیں اس مزاح کو جو معذوروں کے تئیں احساس کو بڑھاتا ہے اور اس مزاح کو جو معذور افراد کو نیچا دکھاتا ہے، کے درمیان کے فرق کو سمجھنا ہوگا۔ معذوروں پر بنائے گئے لطیفے اب نئے سماج میں پرانے ہو گئے ہیں۔ ہمیں اس مزاح کو پہچاننا ہوگا جو معذور افراد کی سمجھ بڑھاتا ہے۔ عدالت نے کہا کہ پروڈیوسر امتیازی زبان سے گریز کریں، سماجی حدود کو پہچانیں، طبی معلومات کی تصدیق کریں، دقیانوسیت سے بچیں اور ایک جامع ومثبت تصور کی تعمیر کریں۔ واضح رہے کہ سپریم کورٹ نے یہ فیصلہ معذور وکیل نپون ملہوترا کی درخواست پر دیا ہے۔ درخواست میں عدالت سے معذور افراد کا مذاق اڑانے والی فلموں پر پابندی لگانے اور اس کے لیے رہنما اصول طے کرنے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ درخواست میں فلم 'آنکھ مچولی' کی مثال دیتے ہوئے عدالت کو بتایا گیا تھا کہ 2023 میں ریلیز ہونے والی اس فلم میں الزائمر میں مبتلا ایک باپ کے لیے 'بھلکڑ باپ'، بہرے کے لیے 'ساؤنڈ پروف سسٹم' ہے۔ اور ہکلانے والے شخص کے لیے 'اٹکی ہوئی کیسیٹ' جیسے توہین آمیز الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔

کیجریوال کی وکلا سے ملاقات کیلئے اضافی وقت کی درخواست پر سماعت

ہائی کورٹ نے تہاڑ اور ای ڈی کو بھیجا نوٹس

نئی دہلی:8/ جولائی (ایجنسیز) دہلی ہائی کورٹ نے وکلاء کے ساتھ مزید ملاقات کے لئے وزیر اعلی اروند کیجریوال کی درخواست پر تہاڑ جیل اور ای ڈی کو نوٹس جاری کیا ہے۔ کیجریوال نے نچلی عدالت کے فیصلے کو ہائی کورٹ میں چیلنج کیا تھا۔ انہوں نے اپنی درخواست میں کہا ہے کہ وہ 30 مقدمات کا سامنا کر رہے ہیں، جس کے لیے انہیں وکلاء سے بات کرنے کے لیے مزید ملاقات کی اجازت دی جائے۔ فی الحال انہیں ہفتے میں دو بار وکلاء سے ملنے کی اجازت ہے۔ ہائی کورٹ نے اروند کیجریوال کی درخواست پر تہاڑ جیل اتھارٹی اور ای ڈی کو نوٹس جاری کرتے ہوئے جواب طلب کیا ہے۔ کیجریوال نے ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعے اپنے وکلاء کے ساتھ ہفتے میں دو اضافی ملاقاتوں کی اجازت مانگی ہے۔ فی الحال قواعد کے مطابق کیجریوال ہفتے میں صرف دو بار اپنے وکلاء سے مل سکتے ہیں۔ کیجریوال کا کہنا ہے کہ انہیں 30 سے زیادہ مقدمات کا سامنا ہے، اس لیے ان مقدمات پر بات چیت کے لیے ان میٹنگوں کی تعداد بڑھانے کی ضرورت ہے۔ اس سے پہلے نچلی عدالت نے کیجریوال کی اس درخواست کو مسترد کر دیا تھا۔ واضح رہے کہ وزیر اعلیٰ اروند کیجریوال دہلی آبکاری پالیسی کیس سے متعلق منی لانڈرنگ کیس میں تہاڑ جیل میں بند ہیں۔ نچلی عدالت نے ان کی درخواست کو مسترد کرتے ہوئے کہا تھا کہ درخواست گزار کا وکیل یہ بتانے سے قاصر رہا کہ وہ ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعے انہی بنیادوں پر دو اضافی ملاقاتوں کا حقدار کیسے ہے جن پر پہلے آرڈر میں بحث کی گئی تھی اور فیصلہ بھی کر دیا گیا تھا۔

ہیمنت سورین حکومت نے حاصل کیا اعتماد کا ووٹ

رانچی:8/ جولائی (ایجنسیز) جھارکھنڈ میں ہیمنت سورین کی قیادت والی مخلوط حکومت نے پیر (8 جولائی) کو اسمبلی کے ایک روزہ خصوصی اجلاس میں ہنگامہ آرائی کے درمیان اعتماد کا ووٹ حاصل کر لیا۔ موجودہ اسمبلی میں موجود 76 ارکان میں سے 45 نے حکومت کے حق میں ووٹ دیا۔ اسمبلی کی موجودہ تعداد کے مطابق اکثریت کے لیے کم از کم 39 ووٹ درکار تھے۔ بی جے پی اور اے جے ایس یو ممبران اسمبلی نے ووٹنگ کے دوران ایوان سے بائیکاٹ کیا اور حکومت کے خلاف نعرے بازی کی۔ وزیر اعلیٰ ہیمنت سورین نے صبح 10.11 بجے تحریک اعتماد پیش کی۔ اس پر بحث کے بعد 20.12 بجے ووٹنگ ہوئی۔ ہیمنت سورین نے اعتماد کے ووٹ پر بحث کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ وزیر اعلی کے طور پر میرے ایوان میں واپس آنے سے اپوزیشن کے پیٹ میں درد ہو رہا ہے۔ ایوان میں یہ لوگ جس طرح برتاؤ کر رہے ہیں اس سے ان کی مایوسی ظاہر ہوگئی ہے۔ انتخابات کے بعد ان کے آدھے سے زیادہ ایم ایل اے دوبارہ ایوان میں نہیں آئیں گے۔ اعتماد کی تحریک پر بحث کے دوران اپوزیشن لیڈر امر کمار باؤری نے وزیر اعلیٰ ہیمنت سورین اور ان کی حکومت پر شدید حملے کیے۔ انہوں نے کہا کہ یہ دو ماہ کی حکومت گھوٹالوں کے ثبوت مٹانے کے مقصد سے بنائی گئی ہے۔ امر کمار باؤری نے کہا کہ 2019 میں حکومت بنانے سے پہلے ہیمنت سورین نے نوجوانوں کو ہر سال پانچ لاکھ لوگوں کو نوکریاں دینے کا وعدہ کیا تھا، لیکن وہ چند ہزار نوکریاں بھی نہیں دے سکے۔

کٹھوا میں دہشت گردوں کا فوج کی گاڑی پر گرینیڈ حملہ

5 جوان شہید، 5 زخمی جوانوں کا علاج جاری

جموں کے کٹھوا میں فوجی جوانوں کی ایک گاڑی پر دہشت گردوں کے ذریعہ گرینیڈ سے حملہ کیے جانے کی خبریں سامنے آ رہی ہیں۔ اس دہشت گردانہ حملے میں 5 جوان شہید ہو گئے ہیں، جبکہ 5 دیگر زخمی ہوئے ہیں جن میں سے دو کی حالت سنگین بتائی جا رہی ہے۔ زخمیوں کا آرمی اسپتال میں علاج چل رہا ہے۔ پہلے 4 جوانوں کی شہادت کی خبریں سامنے آئی تھیں، لیکن اب یہ تعداد بڑھ کر 5 ہو گئی ہے۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق دہشت گردانہ حملہ پیر کی شام ہوا۔ جائے حادثہ سے فوجی جوانوں کی گاڑی کی کچھ تصویریں سامنے آئی ہیں جن میں گولی باری کے نشانات صاف دکھائی دے رہے ہیں۔ حملے کے بعد وادی میں فوج اور دہشت گردوں کے درمیان تصادم جاری ہے۔ سیکورٹی فورسز کی جوابی کارروائی کے بعد دہشت گردوں کے جنگل میں فرار ہونے کی خبریں بھی سامنے آ رہی ہیں۔ ذرائع کے حوالے سے میڈیا رپورٹ میں بتایا جا رہا ہے کہ پہاڑی کے اوپر چھپے دہشت گردوں نے فوج کی گاڑی پر گولی باری کی اور انھوں نے گرینیڈ بھی پھینکا۔ اس حملہ کے بعد فوج اور دہشت گردوں کے درمیان تصادم شروع ہو چکا ہے جو ہنوز جاری ہے۔ فوج نے تلاشی مہم بھی شروع کر دی ہے تاکہ حالات کو قابو میں کیا جا سکے۔ افسران کا کہنا ہے کہ یہ واقعہ کٹھوا شہر سے 150 کلومیٹر دور لوہائی ملہار واقع بدنوتا گاؤں میں پیش آیا۔ فوج کی کچھ گاڑیاں علاقے میں معمول کے مطابق گشت پر تھے جب فائرنگ اور گرینیڈ سے اس پر حملہ ہوا۔ سیکورٹی فورسز نے جوابی کارروائی کی، لیکن تب تک 4 فوجی جوان شہید ہو چکے تھے۔ افسران نے بتایا کہ علاقہ میں اضافی سیکورٹی فورس بھیجا گیا ہے۔ تلاشی مہم بھی شروع کر دی گئی ہے اور بلاور کی طرف جانے والے راستے کی ناکہ بندی ہوگئی ہے۔

'کیا روسی فوج کے لیے لڑ رہے ہندوستانیوں کی واپسی یقینی بنائیں گے؟'

پی ایم مودی کے ماسکو دورہ پر کانگریس کا سوال

نئی دہلی: 8/ جولائی (ایجنسیز) وزیر اعظم نریندر مودی ماسکو (روس) کے سفر پر روانہ ہو چکے ہیں اور وہاں کچھ اہم معاہدوں پر گفتگو ہونی ہے۔ اس درمیان کانگریس نے پی ایم مودی کے ماسکو دورہ سے عین قبل کچھ سوالات ان کے سامنے رکھ دیے ہیں۔ پی ایم مودی سے سب سے اہم سوال یہ پوچھا گیا ہے کہ کیا وہ جنگ والے علاقہ میں روسی فوج کے لیے لڑ رہے ہندوستانی شہریوں کی بہ حفاظت واپسی یقینی بنائیں گے۔ دراصل کانگریس جنرل سکریٹری جئے رام رمیش نے 'ایکس' ہینڈل پر ایک پوسٹ کیا ہے جس میں پی ایم مودی کے ماسکوہ دورہ پر کچھ باتیں لوگوں کے سامنے رکھی ہیں۔ انھوں نے اپنے پوسٹ میں لکھا ہے کہ "روس جا رہے ایک تہائی وزیر اعظم سے ہمارے تین سوال۔" اس کے بعد انھوں نے جو تین سوال پوچھے ہیں وہ اس طرح ہیں: دہائیوں سے کانگریس حکومت کی سمجھداری سے بھری سفارت کاری و حکمت عملی کے سبب ہندوستان کے ساتھ روس کے اچھے رشتے وراثت میں ملے ہیں۔ وزیر اعظم کی شکل میں ڈاکٹر منموہن سنگھ نے دس سالوں میں (ہندوستان یا روس میں) ولادمیر پوتن اور دمتری میدویدیو (روس کے دو صدر جوان کی مدت کار کے دوران تھے) سے 16 بار ملاقات کی تھی۔ تقابلی طور سے دیکھیں تو دس سالوں کی مدت کار کے بعد صدر پوتن کے ساتھ نریندر مودی کی یہ صرف گیارہویں ملاقات ہے۔ کیا ان کی مدت کار میں روس اور یوکرین کے درمیان جنگ کو رکوانے جیسے بڑے بڑے دعووں کے بیچ دونوں ممالک کے رشتے اتنے گرمجوشی سے بھرے نہیں ہیں؟ مالی سال 2014 اور مالی سال 2023 کے درمیان روس کو ہندوستان کی برآمدگی ٹھہر سی گئی ہے- 17.3 بلین ڈالر سے گر کر 14.3 بلین ڈالر۔ اس درمیان درآمدگی بل تیزی سے بڑھا ہے اور 34.6 ارب ڈالر سے بڑھ کر 21.46 ارب ڈالر ہو گیا ہے۔ اس طرح کا عدم توازن تجارت سے متعلق طویل مدت میں ٹکاؤ نہیں ہے۔ ہماری گھریلو صنعت کے لیے اس کے منفی نتائج ہوں گے۔ کیا صدر پوتن کے ساتھ نان-بایولوجیکل (غیر حیاتیاتی) وزیر اعظم کی بات چیت کے ایجنڈے میں اس کاروباری عدم توازن کی بہتری ہے؟ دونوں ممالک کے درمیان تجارتی تواز کو ٹھیک کرنے کے لیے ان کے پاس کیا نظریہ ہے؟ ماسکو واقع ہندوستانی سفارتخانہ کے مطابق کم از کم 50 ہندوستانی شہری روسی فوج میں شامل ہوئے ہیں۔ جنگ میں کم از کم دو اشخاص کے مارے جانے کی تصدیق پہلے ہی کی جا چکی ہے۔ کئی دیگر نوجوان بھی جنگ کے دلدل میں پھنس گئے ہیں۔ نان بایولوجیکل وزیر اعظم کے ذریعہ گھریلو سطح پر پیدا غریبی اور بے روزگاری بحران سے بچنے کے علاوہ نوجوانوں کے اس دلدل میں جانے کی کوئی اور وجہ نہیں ہے۔ کیا نان-بایولوجیکل وزیر اعظم ان نوجوانوں کا ایشو اٹھائیں گے؟ کیا وہ جلد از جلد ان کی بہ حفاظت ہندوستان واپسی یقینی بنائیں گے؟

فرانس میں صدر امینوئل میکرون کی پارٹی کو شکست، ملک بھر میں تشدد پھیل گیا

پیرس:8/ جولائی (ایجنسیز) برطانیہ میں اقتدار کی تبدیلی کے بعد فرانس میں بھی عوام نے حکومت کا تختہ پلٹ دیا۔ فرانس میں اتوار (7 جولائی) کو ہونے والے عام انتخابات میں صدر امینوئل میکرون کی پارٹی کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ موصولہ اعداد وشمار کے مطابق کل 577 سیٹوں پر ووٹنگ ہوئی، جن میں سے بائیں بازو کے نیو پاپولر فرنٹ الائنس کو 182 سیٹیں ملیں۔ اس کے ساتھ ہی ایمینوئل میکرون کی رینیسنس پارٹی دوسرے نمبر پر رہی، رینیسنس صرف 163 سیٹیں ہی جیت سکی۔ دائیں بازو کے نیشنل ریلی الائنس کو 143 سیٹیں ملیں۔ تینوں بڑی پارٹیوں میں سے کسی کو بھی اکثریت حاصل نہیں ہوئی۔ فرانس میں اکثریت حاصل کرنے کے لیے 289 سیٹیں جیتنا ضروری ہیں۔ اگر کسی پارٹی کو اکثریت حاصل نہیں ہے تو یہ بات طے ہے کہ فرانس میں مخلوط حکومت بنے گی۔ اسی دوران بائیں بازو کے الائنس کو زیادہ نشستیں ملنے کی وجہ سے دارالحکومت پیرس سمیت پورے ملک میں تشدد پھوٹ پڑا۔ نتائج آنے کے بعد مظاہرین سڑکوں پر نکل آئے اور تشدد شروع کر دیا۔ ویڈیو میں مظاہرین کو آگ لگاتے اور سڑکوں پر تباہی مچاتے ہوئے دیکھا جا سکتا ہے۔ تشدد کے پیش نظر ملک بھر میں پولیس کو تعینات کر دیا گیا ہے۔ فاکس نیوز کی رپورٹ کے مطابق مختلف مقامات پر مظاہرین کے تشدد کی ویڈیوز منظر عام پر آئی ہیں۔ دائیں بازو کی نیشنل ریلی کے لوگ سڑکوں پر آ گئے اور احتجاج شروع کر دیا۔ پیرس میں پولیس کو آنسو گیس کے گولے چھوڑنے پڑے۔ انتخابی نتائج آنے کے بعد شکست کی ذمہ داری قبول کرتے ہوئے وزیر اعظم گیبریل اٹل نے مستعفی ہونے کی پیشکش کر دی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ جب تک نیا وزیر اعظم نہیں بنتا وہ وزیر اعظم ہی رہیں گے۔ گیبریل اٹل نے کہا ہے کہ ہمارے پاس اکثریت نہیں ہے اس لیے میں اپنا استعفیٰ صدر جمہوریہ کو پیش کروں گا۔ دراصل فرانس میں مخلوط حکومت چل رہی تھی، جس کی مدت 2027 میں ختم ہونی تھی لیکن یورپی یونین میں بڑی شکست کے باعث صدر میکرون نے پارلیمنٹ کو تحلیل کر دیا۔ کچھ رپورٹس میں کہا گیا ہے کہ مخلوط حکومت کی وجہ سے کچھ بلوں کو پاس کرانے میں کافی دقت پیش آ رہی تھی۔ ہر بار قانون پاس کرنے کے لیے انہیں دوسری پارٹیوں کی حمایت حاصل کرنی پڑتی تھی۔ میکرون کی رینیسنس پارٹی پارٹی ہار گئی ہے، لیکن وہ اب بھی عہدے پر برقرار رہیں گے۔ میکرون نے کہا ہے کہ کوئی بھی جیت جائے وہ صدر کے عہدے سے استعفیٰ نہیں دیں گے لیکن قواعد کے مطابق اگر میکرون کی پارٹی پارلیمنٹ میں بھی ہار جاتی ہے تو ان پر صدر کا عہدہ چھوڑنے کے لیے دباؤ ہو سکتا ہے۔

روزنامہ ورقِ تازہ
9/جولائی 2024ء
9.July 2024

خصوصی گوشہ

قومی شہرت یافتہ شاعر، نقاد، محقق اور مصور

پروفیسر صادق

ڈاکٹر صادق میرے اُستاد

محمد تقیؔ ناندیڑ
(مضمون نگار)

یہ جولائی 1975ء کی بات ہے۔میں اپنی بائی سائیکل پرسوار چار کلومیٹر کی مسافت طئے کرکے شہر ناندیڑ کی مشہور اور معیاری درس گاہ پیپلز کالج پہونچا تھا تو کالج کی عمارت نے مجھ پر کوئی جمالیاتی تاثر نہیں چھوڑا تھا۔عمارت کو خوش نما وخوبصورت نہیں کہا جاسکتا تھا۔کالج سے تھوڑی دوری پر سائنس کالج کی عمارت تھی۔پیپلز کالج اور سائنس کالج کے درمیان لڑکیوں کا ہاسٹل تھا جس پر ہمیشہ بہاریں منڈلاتی رہتی تھیں۔انٹرول میں کالج کی طالبات ہاسٹل میں گپ شپ کرتیں اس طرح وہاں اپنا وقت گزارتی تھیں۔ہاسٹل کے سامنے ہر وقت لڑکوں کا جم گھٹا لگا رہتا تھا۔لڑکے ہاسٹل آنیوالی اور ہاسٹل سے جانیوالی لڑکیوں پر کبھی فقرے کستے یا پھران سے چھیڑ خانی کرتے'لڑکیاں خاموشی سے بلکہ کبھی کبھی تو خوش دلی سے یہ سب برداشت کرلیتی تھیں۔بہر کیف کالج کا ماحول بڑا گل وگلزار تھا۔حسین پری چہروں کے پرے کے پرے ادھر ادھر گھومتے دیکھائی دیتے تھے۔میں کالج میں بی اے (سال اول) میں داخلہ لینے پہونچا تھا۔میرا داخلہ بہ آسانی ہوگیا تھا۔دوسرے ہی دن میں نے اپنے مضامین کی کلاسیس اٹینڈ کرنا شروع کردی تھیں۔میرے اختیاری مضامین میں اردو ادب شامل تھا۔میں اردو کی کلاسیس میں بیٹھا تھا کہ اتنے میں ایک سانولے رنگ کا قدرے لمبا شخص کلاس روم میں داخل ہوا۔میں نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا یہ کون ہیں؟ساتھیوں نے بتایا کہ یہ اردو کے لکچرر پروفیسر صادق سر ہیں۔پروفیسر صادق کے لکچر سے ہم سب طلباء کافی متاثر ہوئے تھے۔ان کا انداز بیان بڑا دلکش تھا۔میں پابندی سے ان کی کلاس اٹینڈ کرتا رہا۔اس وقت پروفیسر صادق اردو اور ہندی کے معروف جدید شاعر اور مصور کی حیثیت سے مشہور ہوچکے تھے۔ان کی تخلیقات ملک کے مشہور رسائل میں چھپتی تھیں۔بلکہ مہاراشٹر کے اسکولوں ووکالجوں میں پڑھائی جانیوالی اردو درسی کتب میں بھی ان کی نظمیں اور غزلیں شامل تھیں۔استادمحترم کی نظمیں' غزلیں اور نثری مضامین رسائل میں دیکھ کر مجھ میں رسائل واخبارات میں اپنا نام نگی روشنائی میں چھپوانے کی خواہش انگڑائیاں لینے لگی تھیں۔میں شعر کہنے کی طرف راغب ہونے لگا۔ایک دن میں نے اپنی پہلی غزل لکھ کر صادق سر کو دیکھائی۔انھوں نے اسے پڑھا اور ضروری اصلاح کردی۔پھر اسی غزل کو نظام آباد سے جمیل نظام آبادی کی ادارت میں شائع ہونے والے ہفتہ وار اخبار"گونج" میں شائع کروادی۔بعد میں"گونج" ماہنامہ کی شکل میں نکلنے لگا تھا۔"گونج" میں اپنی غزل دیکھ کر میری خوشی کی انتہا نہیں رہی۔میں نے پہلی بار کسی اخبار میں نگی روشنائی میں چھپا اپنا نام دیکھا تھا۔اخبار دوستوں کو دیکھانے لگا۔اس وقت میرے ہم مکتب جمیل احمد'عبدالندیم متے صاحب'وقار احمد (مرحوم)' بسم اللہ خاں (مرحوم) وغیرہ تھے۔اور دوستوں میں سید بلیغ الدین ثاقب' محمد خیرالدین بابو میاں (مرحوم)' جاوید انصاری (جالنہ) تھے۔دن گزرتے گئے اور صادق سر سے میری قُربت بڑھتی گئی۔فرصت کے اوقات میں میں اُن سے مختلف سوالات کرتا اور وہ مجھے بڑی شفقت کے ساتھ جوابات دیتے۔کسی اہم مسئلے کو سمجھاتے۔

ایک دن میں نے اپنی دوسری غزل اصلاح کی غرض سے صادق سر کے سامنے رکھ دی۔انھوں نے غزل کو غور سے دیکھا اور مجھ سے نرم لہجے میں مخاطب ہوئے

""شاعری بڑا مشکل فن ہے'یہ بہت محنت'ریاض'مطالعہ اور ذہانت چاہتا ہے۔تمہارا مزاج شعر کہنے کے لئے موزوں نہیں ہے۔اچھا شعر کہنے سے واہ واہ تو مل جائے گی لیکن تمہیں کوئی مالی فائدہ نہیں ہوگا۔بہتر یہی ہے کہ شعر کہنے کے بجائے نثر لکھو۔مراٹھی۔ہندی'اور انگریزی مضامین کے ترجمے کرو۔ترجمے کا دور ہے اس میں تمہیں کافی مالی فائدہ ہوگا۔شہرت اور عزت بھی ملے گی۔"

میرے ذہن پر یہ باتیں ہتوڑا بن کر برسیں' میں نے شاعری سے ہمیشہ کے لئے توبہ کرلی۔صادق سر کی رہنمائی میں افسانے اور معلوماتی مضامین لکھنے شروع کردئے۔افسانے'مضامین اور تراجم اخبارات میں شائع ہونے لگے۔میرے حوصلے بلند ہونے لگے۔فن نثر نگاری اور فن ترجمہ نگاری کے باعث ہی آج میں اردو دنیا میں ایک محترم ادیب وصحافی کی حیثیت سے جانا جاتا ہوں۔اللہ کے کرم سے یہ فن میری روٹی روزی کا ذریعہ بنے۔

ناندیڑ قیام کے دوران صادق سر کی جن افراد سے گہری دوستی تھی ان میں ڈاکٹر عزیز الدین (پروفیسر گورنمنٹ آیورویدک کالج ناندیڑ) ایک اہم نام ہے۔مرحوم ڈاکٹر عزیز الدین شعروادب کا شُستہ مذاق رکھتے تھے۔اس لئے صادق سر کی ان سے گاڑھی چھنتی تھی۔ان کے علاوہ ڈاکٹر دتا بھگت' پروفیسر ڈاکٹر انوار احمد خاں' پرفیسر نرہر کروندکر' پروفیسر عبدالجبار بھی دوستوں میں شامل تھے۔اورنگ آباد کے دوستوں میں بشر نواز' قاضی سلیم' ڈاکٹر ارتکاز افضل' پروفیسر ڈاکٹر انتخاب حمید خاں اور پروفیسر تلاوت علی شامل رہے ہیں۔سن 1978ء میں جب یو پی ایس سی نے صادق سر کا تقرر مرکزی حکومت کے محکمہ ترقی اردو بیورو میں کیا تو وہ دہلی منتقل ہوگئے۔ناندیڑ نے انھیں بڑی عزت دی۔مسلمانوں کے مقابلے میں ہندو پروفیسرس'اسکالرس'ادیب اور شاعر ان کا بڑا احترام کرتے تھے'اور آج بھی کرتے ہیں۔یہ صادق سر کو خدا کا عطا کردہ انمول تحفہ ہے۔یہ رب العزت کی مرضی ہے وہ جس کو نوازنا چاہتا ہے اسے نوازتا ہے۔اس کی ترقی وکامرانی کے لئے کچھ ایسے حالات و راہیں پیدا کرتا رہتا ہے کہ وہ شخص غیر ارادی طور پر ان روشن راستوں پر چل پڑتا ہے۔صادق سر نے دہلی میں اپنی محنتوں' قابلیتوں'صلاحیتوں اور جہد مسلسل سے اپنا نیا جہاں آباد کیا ہے۔اس جہاں میں انھیں بڑی محبتیں' چاہتیں' اور دعائیں ملی ہیں۔آج وہ برصغیر ہند میں ایک منفرد لب ولہجہ کے قدآور شاعر'مصور'نقاد'محقق کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔وہ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔کئی ایوارڈ یافتہ فنکار ہیں۔ان کے دو شعری مجموعے دستخط اور سلسلہ ان کے ناندیڑ قیام کے دوران منظر عام پرآئے تھے۔اور ادبی حلقوں مین کافی پسند کئے گئے تھے۔

اردو کے تخلیق کار اور نقاد شمس الرحمن فاروقی کے بعد صادق صاحب اردو ادب کے سب سے بڑے تخلیق کار اور نقاد تسلیم کئے جاتے ہیں۔ہندوستانی ادبیات کے علاوہ کئی زبانوں کا گہرا مطالعہ ہے۔یہی سبب ہے کہ ان کی تخلیقات اور دیگر تحریروں میں معنویت'عصری حسیت'گہرائی وگیرائی کو تلاش کیا جاسکتا ہے۔ہندی زبان میں بھی پچاس'ساٹھ برسوں سے نظمیں اور آلو چنائیں لکھ رہے ہیں۔ہندی دنیا انھیں بڑی قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ان کی کئی تخلیقات نصابی درسی کتب میں شامل ہیں۔کالجوں اور یونیورسٹیوں میں پڑھائی جاتی ہیں۔الیکٹرانک میڈیا میں زبردست تخلیقی کارہائے نمایاں انجام دئے ہیں۔کئی ڈاکیومینٹری فلمیں اور ٹی وی سیریئل بنائے جو ملک بھر میں بے حد مقبول ہوئے ہیں۔ان کی ہدایت ونگرانی میں تیار ہونے والا ٹی وی سیریئل "انداز شاعرانہ" ملک اور بیرون ملک میں بہت مقبول ہوا ہے۔یہ سیریئل ڈی۔ڈی۔اردو سے کئی (Episode) میں ٹیلی کاسٹ ہوتا رہا ہے۔دراصل سیریئل اردو کے قدیم اساتذہ شعراء جیسے ولی دکنی'میر تقی میر'مرزا غالب'داغ دہلوی وغیرہ کی شاعری شخصیت او رزندگی پر تیار کیا گیا ہے۔شعراء کے کلام تو موسیقی کے ساتھ پیش کرنے سے ناظرین سیریئل کے سحر میں کھوجاتے ہیں۔

صادق سر نے فن مصوری کے شعبہ میں بھی گرانقدر اور ناقابل فراموش کام کیا ہے۔ملک گیر سطح پر اتنی شہرت وعزت بہت کم لوگوں کے حصے میں آتی ہے۔وہ ایک عاشق رسول ہیں۔تصوف سے خصوصی دلچسپی اور لگاؤ کے طفیل انھوں نے صوفیائے کرام پر عمدہ کام کیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ وہ ایک خدا ترس'شریف النفس'منکسر المزاج اور ملنسار شخصیت کے حامل ہیں۔کوئی شخص جب ان سے ایک بار ملتا ہے تو پھر وہ ہمیشہ کے لئے ان کا گرویدہ ہوجاتا ہے۔دوست بنانے میں انھیں کمال حاصل ہے۔ان کے بے شمار شاگرد دہلی اور مراٹھواڑہ میں پائے جاتے ہیں۔میں نے اپنے طالب علمی کے دور میں سینکڑوں اساتذہ دیکھے ہیں۔ان سے درس حاصل کیا ہے لیکن صادق سر جیسا مشفق استاد نہیں دیکھا۔مجھے یہ کہنے میں کوئی عار نہیں کہ میں آج جو کچھ بھی ہوں وہ صادق سر کے طفیل ہوں۔زندگی کی دشوار کن راہوں پر چلنے کا گر میں نے اُن سے سیکھا۔ان کے روبرو زانوے ادب تہہ کیا۔جس طرح والدین کے احسانات کا کوئی بدل نہیں ہوسکتا اسی طرح استاد کی کرم فرمائیوں اور احسانات کا صلہ بھی کبھی ادا نہیں کیا جاسکتا ہے۔صادق سر کی شفقت اور محبت کا سایہ اب بھی ہر وقت میرے ساتھ رہتا ہے'لمحہ بھر کے لئے بھی مجھ سے جدا نہیں ہوتا۔پروردگار عالم انھیں سلامت رکھے۔کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

جادہ جادہ چھوڑ جاؤ اپنی یادوں کے نقوش
آنے والے قافلوں کے رہنما بن جاؤ گے

فاصلاتی نظام تعلیم کا بنیاد گزار: غالب

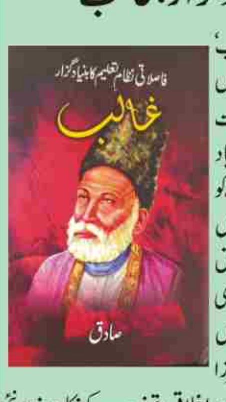

'فاصلاتی نظام تعلیم کا بنیاد گزار: غالب' پروگرام صادق کی تازہ ترین تصنیف ہے جس میں انہوں نے مضبوط دلائل وثبوت کے ساتھ مرزا غالب (ولادت ۱۷۹۷ء۔ وفات ۱۸۶۹ء) کو فاصلاتی نظام تعلیم کا بنیاد گزار قرار دیتے ہوئے عالمی سطح پر ان کے اس کارنامے کو اُجاگر کرنے کی سعی مشکور کی ہے اور اس طور غالبیات میں ایک بے مثل اضافہ کیا ہے۔یہی نہیں بلکہ پروفیسر صادق نے یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ دُنیا بھر میں جاری و ساری فاصلاتی نظام تعلیم آج بھی غالب کے ذریعے وجود میں آئے ہوئے نظام تعلیم کا مقابلہ نہیں کرسکتا، کیونکہ مرزا غالب نے اپنے ایک ایک شاگرد کو فرداً فرداً شعروادب اور اخلاق وتہذیب کے نکات نت نئی مثالوں کے ساتھ سمجھائے اور ذہن نشین کرائے ہیں،جن کا ذکر زیر تبصرہ کتاب میں موجود ہے۔پروفیسر صادق کی اس سے پہلے درجنوں کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔فی زمانہ پروفیسر صادق کو اردو زبان وادب کے ممتاز ترین ادیب وشاعر کا مرتبہ حاصل ہے۔بیک وقت وہ شاعر،محقق، افسانہ نگار، ناقد،مترجم اور ڈرامہ نگار ہیں۔اردو کے ساتھ ساتھ ہندی میں بھی تواتر کے ساتھ لکھتے رہتے ہیں۔ان کی ترجمہ کردہ ایک کتاب'لیمپ آف ٹیمپل' نام سے پینگوئن جیسے عالمی شہرت یافتہ اشاعتی ادارہ سے بھی شائع ہوچکی ہے۔اگر ہم آج کی بات کریں تو دنیا بھر میں فاصلاتی نظام تعلیم کا دوردورہ ہے۔اس طریقہ تعلیم کے ذریعے دنیا کے تقریباً تمام ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک تعلیم وترقی حاصل کررہے ہیں۔صاحب کتاب نے دلائل کے ساتھ فاصلاتی نظام تعلیم کا آئزک پٹ مین نامی انگریز کے سرسہرا باندھے جانے کو غلط ثابت کیا ہے۔اس لئے کہ عالمی سطح پر اس طریق تعلیم کا جائزہ لینے پر یہ پتا چلتا ہے کہ ۱۸۵۶ء میں آئزک پٹ مین نے اس کی شروعات کی تھی۔اس کا مقصد'شارٹ ہینڈ' رائٹنگ کا فروغ دینا تھالیکن وہ اپنے مقصد میں کامیابی حاصل نہ کرسکا اور مایوس ہوکر بیٹھ گیا۔اس کے بعد جرمنی میں لین گین شٹ اور ٹاسینٹ وغیرہ جیسے لوگوں نے فاصلاتی طریق تعلیم کے ذریعہ یوروپ کی مختلف زبانیں سکھانے کے کام کا آغاز کیا جس میں انہیں تھوڑی بہت کامیابی بھی ملی، لیکن یہ کامیابی اطمینان بخش نہیں تھی۔بعدازاں امریکیوں نے اس طرف خصوصی توجہ صرف کی اور اس میدان میں آگے بڑھنے اور نام کمانے کی کوششیں کیں۔اسی اثناء میں روس نے قومی سطح پر اسے اپنانے کا اعلان کرکے بڑا قدم اٹھایا،جس کا خاطر خواہ اثر دیکھنے کو ملا۔روس کے بعد ہندوستان میں دہلی یونیورسٹی نے اس طریقہ تعلیم کی شروعات کی اور عہد حاضر میں ۸۰ رسے زیادہ تعلیمی ادارے پورے ملک میں اپنے اپنے طور پر فاصلاتی تعلیم کو فروغ دینے کے سلسلے میں مصروف کار ہیں۔دہلی ہی میں اندرا گاندھی نیشنل یونیورسٹی بن چکی ہے جس میں پروفیسر بینارانی پالیوال اور پروفیسر صادق نے ہندی اور اردو کی فاصلاتی تعلیم کے نصاب کی روپ ریکھا تیار کی جس پر عمل درآمد کے لیے پروفیسر نصیر احمد خاں کا تقرر کیا گیا تھا۔''فاصلاتی نظام تعلیم کا بنیاد گزار: غالب'' پروفیسر صادق کا ایک ایسا قابل قدر کام ہے جو عالمی سطح پر مرزا غالب کو مزید بلندی پر فائز کرتا ہے، یقیناً یہ ان کا حق ہے۔۱۶۰ر صفحات پر مشتمل کتاب ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس،دریا گنج نئی دہلی سے شائع ہوئی ہے۔رابطہ نمبر ۹۸۱۸۷۶۴۳۵۹ ہے۔

محمد نوشاد عالم ندوی

غزل کا عاشقِ صادقؔ

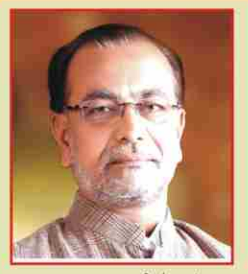

ڈاکٹر سلیم محی الدینؔ پربھنی
(مضمون نگار)
9923042739

ستائے گئے جب اپن دیس میں
چلے آئے صادق دکن دیس میں

صادقؔ اُردو غزل میں جدیدیت کی تحریک کا نمائندہ نام ہیں۔ان کا شمار غزل کی اندرونی فضاء میں انقلابی تبدیلی پیدا کرنے والوں میں ہوتا ہے۔وہ حیات اور کائنات کو اپنی نظر سے دیکھنے اور ایک انفرادی پیرایۂ اظہار میں بیان کرنے پر قادر ہیں۔یہی ان کی اصل شناخت ہے۔صادقؔ کی غزل اپنے عہد، حالات او رمعاشرے کی پیداوار ہے۔حالات کا جبر،موت کا خوف،ذات کی شکست،تشکیک،مایوسی،بے چینی،تنہائی،بیگانگی،غم وغصّہ، جھلاہٹ اور ایک اضطرابی کیفیت ان کی غزل کا بنیادی پس منظر ہے۔ان کے عہد کی جدید شاعری کے بنیادی موضوعات بھی یہی ہیں۔اظہار کی سطح پر بھی جدید شاعری اپنی روایت سے مختلف ہے۔پرانی تراکیب اور تشبیہ واستعارے سے انحراف اور نئی نئی علامتوں کی تلاش،الفاظ کو معنی کے نئے جامے عطا کرنے اور اچھوتے تجربے بلکہ تجربوں کو اچھوتے انداز میں پیش کرنے کا عمل اس شاعری کا طرۂ امتیاز ہے۔صادقؔ کا تعلق اس نسل سے ہے جو ۱۹۶۵ء کے بعد منظر عام پر آئی۔اس نسل نے اپنے محسوسات،مشاہدات اور تجربات کو اپنے انداز میں اظہار کا جامہ عطا کرنے پر زور دیا کیونکہ یہ ان کا تجربہ تھا اور یہ ان کا انداز۔ بقول اسلوب احمد انصاری :

"صادقؔ نے بھی غزل میں وہی سب کچھ برتا ہے جواُن کی نظموں کا موضوع ہے۔وقت کا جبروت، موت کی بے رحمی، ذات کی شکست، انتشار اور پراگندگی اور امید وبیم کا تناؤ اور کشمکش۔ان مشاہدات کی ادائیگی نے غزل کی ہیئت اور مفہوم کی کایا پلٹ کردی ہے اور اس کے روایتی تلازمات میں تبدیلی پیدا کرکے اس میں نئے شعور اور ادراک کا رنگ بھر دیا ہے۔یہ نیا رنگ وآہنگ ان کی غزلوں میں صاف طور سے نظر آتا ہے۔" [1]

یہ نیا رنگ وآہنگ منفرد بھی ہے اچھوتا' انوکھا اور کچھ نامانوس بھی۔غزل کے اس نئے لہجے کا کمال یہی ہے کہ یہ نامانوس ہوتے ہوئے بھی مانوس لگتا ہے۔اظہار کا یہ رویہ اجنبی بھی ہے اور تیز بھی۔بالکل اسی طرح جیسے کوئی تیز اور اونچی آواز میں چلا رہا ہو۔اس کی پہلی ہی قرأت آپ کو متوجہ کرتی ہے اور یہ نئی قرأت نئے کواڑ کھولتی ہے۔

اک وزنی پربت کے نیچے صبح دبی تھی اپنی
تتر بتر سپنوں کو لے کر رات کہاں بسراتے

ہم نازل ہوا عتاب کہاں
کھنچ گئی سانس کی طناب کہاں

کھلی یوں نہ چھوڑو مری لاش تم
اڑھا دو اسے بڑھ کر آکاش تم

دیکھ کر دھجیاں اُمیدوں کی
آنکھ سے کیوں لہو گزرتا ہے

سن لے جو کبھی خاک کا آہنگ لہو میں
دستار روایت کا نہ ہو تنگ لہو میں

صادقؔ کے بیشتر نقاد یہ مانتے ہیں کہ عصر حاضر سے عدم یکسانیت بے اطمینانی اور عدم مطابقت کے باعث صادقؔ اپنے ماضی میں پناہ ڈھونڈتے ہیں یا اپنے مستقبل (خوش آئند) سے آس لگائے ہوئے ہیں۔ان کا موجود یا حال غیر اطمینان بخش ہی نہیں بلکہ عذابوں کا ایک شہر ہے جس میں عامیانہ پن،بے حسی،اقدار کی پائمالی،ذہنی وجسمانی تشدد اور ہردم موت کا خوف عام ہے

گھستا چلا ہے پیٹ میں ہر آدمی کا سر
تجھ سے بھی ہوسکے گا نہ انکار دیکھ لے

اپنے گلے پہ چلتی چھری کا بھی دھیان رکھ
وہ تیز ہے یا کند ذرا دھار دیکھ لے

پی کے دو ہی گھونٹ چکر کھا گیا
زندگی کا ذائقہ تھا زہر میں

ہم کو جنگل میں کسی کا ڈر نہیں
آبسے جب سے درندے شہر میں

چہار سمت غموں کا مہیب صحرا تھا
میں ٹارزن کی طرح جس کے بیچ رہتا تھا

دبا کے پاؤں کے نیچے زمین کو میں نے
نحیف ہاتھ سے گرتے فلک کو روکا تھا

کسی خشک جنگل کو آواز دے
ندی باندھ کر ایک زنجیر سے

ایسی حوصلہ مندی اور ایسی رجائیت کے بعد کون گمان کرسکے گا کہ اس شاعر کے ہاں قنوطیت بھی راہ پاسکتی ہے' لیکن یہ حقیقت ہے کہ صادق کے ہاں قنوطیت بھی اپنی انتہا پر نظر آتی ہے

دروازے کو پیٹ رہا ہوں پیہم چیخ رہا ہوں
اندر آکر کھل جا سم سم کہنا بھول گیا ہوں

قدموں تلے تھے جتنے سمندر سرک گئے
اب کیا کروں گا دیکھ کے منہ بادبان کا

جو کچھ بچ تھا اپنے اندر تک وہ پیٹھ گیا ہے
لہریں سانسوں کی گزریں گی' دکھ سہتے'غم کھاتے

ایک اور تضاد جو صادقؔ کی شعری شخصیت کو دلچسپ بنادیتا ہے' وہ یہ ہے کہ وہ روایت کا گہرا ادراک رکھتے ہوئے بھی روایت سے بغاوت کرتے ہیں۔لیکن روایت کا یہ باغی اپنے اظہار کے لئے اسطور ہی کی بیساکھیوں کا سہارا لیتا ہے۔روایت یعنی اپنے ماضی سے بغاوت کے بعد اسطور یعنی ماضی ہی کے سہارے اظہار واسلوب کی تشکیل اپنے آپ میں ایک تضاد ہے۔ماضی سے بغاوت کی یہ مثال دیکھئے

یہ بوڑھی نسل جب کہ تمہیں مانتی نہیں
اپنے بدن میں اس کا لہو ڈھو رہے ہو کیوں

خشک پیڑوں کی کتھائیں سن لو
ان میں پھر آگ لگا دو لوگو

بوڑھی نسل آپ کو مانے یا نہ مانے' اس کا لہو اپنے بدن میں ڈھونا ہر نئی نسل کی مجبوری ہے۔ اور خشک پیڑوں کی کتھائیں سن کر انھیں آگ لگا دینا' انسانی ہمدردی کے مغائر اور انتہائی بے رحمی کا مظہر ہے۔ماضی سے ایسی بغاوت بلکہ شدید نفرت کے بعد اسطور کی مدد ہی سے اپنے اظہار واسلوب کی تشکیل صادق ہی کا حصّہ ہے صادق اُردو میں اسطور کی مدد سے اظہار کی ایک مثال ہیں

بچھڑا ہر ایک فرد بھرے خاندان کا
یہ مجھ کو شاپ لگ گیا کس بے زبان کا

آرزو ہے سمدر منتھن کی
گر ملا ہم کو شیش ناگ کہیں

وقت پر نقش ازل سے اب تک
زندگی کا مہاساگا مٹی

قید میں بحر و بر کی صادق جی
آپھنسے پھر نیا جنم لے کر

کرو کشیتر کی ہڈیوں میں دبا
پڑا ہوگا کوئی وچن دیس میں

یہ تضاد شاید صادقؔ کی تجربہ پسندی کے سبب ہو یا شاید یہ بھی ان کے تجربے کا ایک حصّہ ہو۔ایسا ہونا عین ممکن ہے کیونکہ صادقؔ ایک ذہین اور ہمہ جہت تخلیقی فنکار ہیں۔بقول عتیق اللہ :

"صادقؔ کا ذہن تجربہ پسند ہے اور یہ تجربہ پسندی موضوعات سے لے کر زبان وہیئت کے عمل میں بھی پوری طرح مترشح ہے۔" [2]

صادقؔ نے موضوعات کے ساتھ ساتھ زبان کے بھی کئی تجربے کیے ہیں۔ہیئت کے تجربے انھوں نے اپنی نظم میں ضرور کیے ہیں۔لیکن غزل میں ہیئت کے کسی تجربے کی انھوں نے جسارت نہیں کی۔انھوں نے غزل کو نئی زبان،نئی لفظیات اور نئے ڈکشن سے روشناس کیا ہے۔وہ اپنے اس تجربے میں کس حد تک کامیاب رہے اور ان کے اس تجربے کو ان کے بعد کی نسل نے کس حد تک قبول کیا' یہ ایک علاحدہ بحث ہے'جس کا یہاں محل نہیں ہے' لیکن یہ حقیقت ہے کہ صادقؔ نے اُردو غزل کی روایت کے دائرے کو توڑا ہے اور غزل کے اس سفینے کو جو کبھی کسی طوفان سے آشنا نہیں تھا' طوفان کے تھپیڑے سہنے کے قابل بنایا ہے۔یہ کام وہی کرسکتا تھا جسے غزل کی روایت کا گہرا ادراک ہو۔صادقؔ کو نہ صرف غزل کی روایت کا گہرا ادراک ہے' بلکہ وہ نظم کے مقابلے اپنے اظہار میں غزل میں زیادہ کامیاب ہیں۔یہ کہیں تو مبالغہ نہ ہوگا کہ وہ بنیادی طور پر غزل کے شاعر ہیں۔بقول پروفیسر ابوالکلام قاسمی :

"صادقؔ کی غزلیں نظموں سے زیادہ متاثر کرتی ہیں۔صادقؔ غزل کی دیرینہ روایت کا گہرا شعور رکھتے ہیں اور غزل کو ہم عصر زندگی کے احساس سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔یہ کوشش زبان کی سطح پر ہم عصر زندگی کے مظاہر کے بیان میں نامحرم تغزل لفظیات کے استعمال سے اور موضوع کے اعتبار سے اپنی کسمپرسی اور ماضی سے کٹ کر الگ ہوجانے کے احساس کے ذریعے سامنے آتی ہے۔" [3]

صادقؔ نے زبان کے بے شمار تجربات کئے ہیں بلکہ یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ صادقؔ کا ڈکشن زبان کے تجربوں سے عبارت ہے۔بعض ایسی غزلیں بھی ہیں جو ایک سے زائد مجموعوں میں شامل ہیں اور ان کے مصرعوں میں انھوں نے الفاظ تبدیل کیے ہیں چند مثالیں دیکھیے

۱۔دستخط: اپچیتن میں بیتی کے وہ چتر ہیں۔کشاد: دل وجان پہ ایسے ہیں زخموں کے نقش۔
نظمیں'غزلیں' گرد آلود: اپچیتن میں بیتی کے وہ چتر ہیں۔

۲۔دستخط: مجھ کو یہ شاپ لگ گیا کس بے زبان کا
کشاد : مجھ کو شراپ لگ گیا کس بے زبان کا۔
نظمیں'غزلیں' گرد آلود: یہ مجھ کو شاپ لگ گیا کس بے زبان کا۔

۳۔دستخط : آرزو ہے سمدر منتھن کی۔
کشاد : ہم بھی منتھن کریں گے ساگر کا۔
نظمیں'غزلیں' گرد آلود: آرزو ہے سمدر منتھن کی

ایسی بے شمار مثالیں ہیں یہاں صرف چند منتخب مثالیں اس لئے دی گئیں تاکہ زبان کے تئیں صادقؔ کے فکری رویے کو محسوس کیا جاسکے۔ان مثالوں سے پتہ چلتا ہے کہ صادقؔ نے اپنے پہلے مجموعے"دستخط" میں شامل مصرعوں میں ہندی کے الفاظ نکال کر اُردو الفاظ وتراکیب کو اپنے دوسرے مجموعے"کشاد" میں شامل کیا' لیکن چوتھے اور آخری مجموعے"نظمیں غزلیں گرد آلود" میں ان مصرعوں کو واپس ہندی الفاظ وتراکیب کے ساتھ برقرار رکھا ہے جو ایک حیرت انگیز امر لگتا ہے۔ان مثالوں سے یہی واضح ہوتا ہے کہ صادقؔ زبان کے خلاقانہ استعمال پر قادر ہیں اور اسے اپنے عہد سے ہم آہنگ رکھنے کو اپنا اولین فریضہ تصور کرتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ صادقؔ کا شعری رویہ اور اسلوب ان کے ہر مجموعے کے ساتھ مائل بہ ارتقاء نظر آتا ہے۔بقول شکیب نیازی :

"یہ بتانا ضروری ہے کہ دستخط اور سلسلہ کے شعری رویے میں ایک واضح تبدیلی نظر آتی ہے اور ایسا ہونا ضروری بھی تھا" [4]

صادقؔ جدید اُردو غزل کے ایک اہم اور نمائندہ شاعر ہیں۔انھوں نے گزشتہ صدی کی آٹھویں دہائی کا بیشتر حصہ سرزمین دکن تھیں علاقہ مراٹھواڑہ میں گزارا۔جہاں ان کی تخلیقی جولانیاں اپنے عروج پر تھیں۔شاعری ہو کہ مصوری نظم ہو کہ مزاح نگاری،تنقید ہو کہ ترجمہ، سنجیدہ محافل ہوں کہ ادبی مذاکرے، صادقؔ نے دکن دیس اپن دیس ہی جانا۔پروفیسر صادق، شاعر صادق، مصور صادق اور صادق مولا۔دراصل ایک ہی شخصیت کے مختلف روپ ہیں اور ہر روپ اپنے آپ میں ایک مکمل تصویر بھی۔غزل کے ایک طالب علم ہونے کے ناطے میں بنیادی طور پر نظم کے اس شاعر کو غزل کا بھی عاشق صادق مانتا ہوں۔میرا یہ بھی ماننا ہے کہ غزل کی روایت سے جڑے جو چند لازوال شعر صادقؔ کے ہاں پائے جاتے ہیں وہ علاقہ مراٹھواڑہ یا دبستان اورنگ آباد کی"ارضیت" کی دین ہیں ورنہ ان کی تجربہ پسند طبیعت تو شاید انھیں زمین پر پاؤں دھرنے کی مہلت بھی نہ دیتی۔

حوالہ جات

(۱) اسلوب احمد انصاری : سہ ماہی'نقد ونظر'۔علی گڑھ۔اکتوبر۔دسمبر 1992ء ۔ ص41
(۲) پروفیسر عتیق اللہ : 'کشاد' (شعری مجموعہ صادق) ۔ فلیپ۔
(۳) پروفیسر ابوالکلام قاسمی : ماہنامہ'الفاظ' ۔ علی گڑھ ۔ مارچ۔اپریل 1977ء ۔ص .83
(۴) شکیب نیازی: ماہنامہ 'آجکل' نئی دہلی۔ اکتوبر 1980ء۔ ص43

پروفیسر صادق صاحب

مثبت خیال ہیں کہ بڑوں میں شمار ہیں
شاعر ہیں وہ ادیب کہ تصنیف کار ہیں
استاد وہ زباں کے ہیں وہ صاحب قلم
احوال حال خوب جو کرتے رہے رقم
جس نے رکھا ہے تھام کے تنظیم کا علم
کردار کی روی سے ہیں کیا خوب محترم
صادق جہان دیدہ ڈرامہ نگار ہیں
اشعار عام جن کے بڑے پر بہار ہیں
بے مثل لاجواب کہ ہر جہت پر جمال
فنکار منفرد کہ مصوّر ہیں باکمال
اردو پہ دسترس ہے کہ ہندی بھی بے مثال
خوبی ہے جن کی نثر کی ہردم نیا خیال
تحقیق خوب کرتے ہیں تنقید کار ہیں
طنز و مزاح کی راہ کے بھی شہسوار ہیں
برقی نواز طرز کا آیا جو میڈیا
تاریخ ساز جس نے طریقہ روا کیا
رنگوں سے رابطہ تھا کہ فلموں سے واسطہ
مشہور عام جہد جنوں عزم حوصلہ
علم و ہنر کے آپ نشاں طرح دار ہیں
تہذیب کے امین بڑے پر وقار ہیں
مقبول خاص عام ہیں اسرار بالیقیں
واقف ہے جن کے نام سے دکّن کی سرزمیں
لہجے میں دلکشی ہے کہ گفتار دلنشیں
پرتاب پر یقیں ہے دمکتی ہوئی جبیں
ہر کامیاب راستے کے رازدار ہیں
خاکے میں رنگ روپ کے وہ یادگار ہیں
ہر شخص یاد کرتا ہے صادق کی دوستی
جیسے فراق میں ہے دکن دیس آج بھی
اہل قلم نے عام کی یادوں کی روشنی
کرتے ہیں سب دعا کہ ہو شاداب زندگی
اسرار علم و فن کے بڑے جانکار ہیں
سلیقہ مند جہاں کے صادق شعار ہیں

شیخ علیم اسرارؔ ناندیڑ

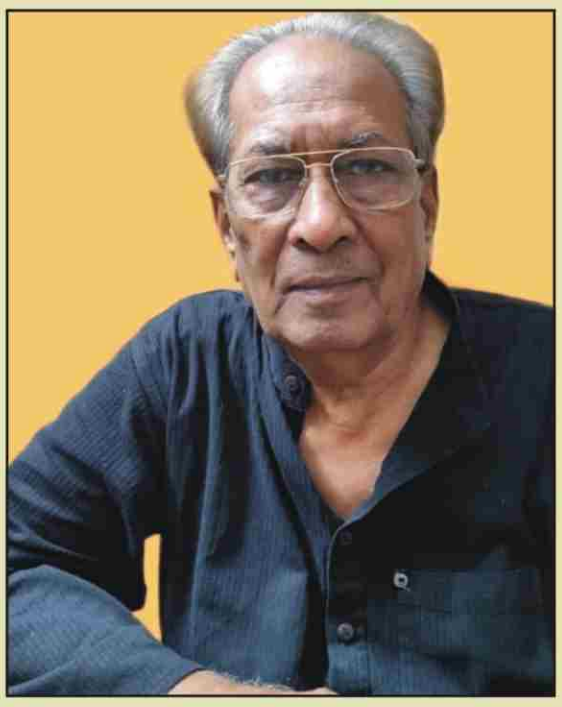

پروفیسر صادق ناندیڑ کی آغوش میں

عبدالقادر اورنگ آبادی

پروفیسر صادق کی شخصیت ہر ایک کو گرویدہ بنالیتی ہے۔وہ جہاں بھی رہے وہاں پر انھوں نے اپنا لوہا منوایا۔اورنگ آباد سے جب وہ ناندیڑ منتقل ہوئے تو مجھے بھی اُن کے ہمراہ جانے کا موقع ملا۔ایم اے کا امتحان پاس کرلینے کے بعد جب صادق صاحب کا تقرر ناندیڑ کے پیوپلس ڈگری کالج میں ہوگیا اور وہ وہاں چلے گئے۔اورنگ آباد میں صادق صاحب اردو والوں میں رہتے تھے۔ناندیڑ میں مراٹھی والوں کے ساتھ رہنے کا تجربہ ہوا۔پیوپلس کالج سوامی رامانند تیرتھ کا قائم کردہ تھا،سماج سدھار کے ساتھ تعلیم پر ان کی خصوصی توجہ تھی۔وہ کہتے تھے کہ ایک خراب ٹیچر شوٹ کردینے کے قابل ہوتا ہے کیونکہ وہ کئی نسلوں کو برباد کردیتا ہے۔اپنے انسٹی ٹیوشنوں میں انھوں نے ہمیشہ بہترین استادوں کا تقرر کیا تھا جن میں زیادہ تر برہمن تھے۔اردو کے لئے براہمن نہیں ملا،اس لئے بہتر ٹیچر تلاش میں ان کی نگاہِ انتخاب صادق صاحب پر پڑی۔

جب صادق صاحب کا تقرر ہوا توان سے پرخاش رکھنے والے دوتین نوجوانوں نے مقامی اخبارات میں مراسلے چھپوائے کہ یہ مراٹھواڑہ کے نہیں ہیں، ان کا تقرر نہیں ہونا چاہئے تھا۔اس پر وہاں کے ایک بڑے مراٹھی رائٹر نرہر کرندکر نے بیان دیا کہ ہمیں اپنے بچوں کو قابل ولائق بنانا ہے اس کے لئے ضرورت پڑی تو ہم عربستان سے بھی لائق ٹیچرس لانے سے گریز نہیں کریں گے۔اس کے بعد مخالف خاموش ہوگئے۔ایم اے پاس کرلینے کے فوراً ایک مہینے کے اندر ہی اندر ناندیڑ کے پیوپلس کالج میں بحیثیت لیکچرار ان کا تقرر ہوگیا جو سرسوتی بھون کالج کے بعد مراٹھواڑہ کا سب سے اچھا کالج مانا جاتا تھا اور براہمنوں کا کالج کہلاتا تھا۔صادق صاحب جب سروس جوائن کرنے اورنگ آباد سے ناندیڑ کے لئے روانہ ہوئے تو اپنے ساتھ مجھے بھی لے گئے۔ناندیڑ ایک چھوٹا سا شہر تھا جہاں مراٹھی کے تو کئی شاعر و ادیب رہتے تھے لیکن اردو کے نام پر محمود عشقی اور خواجہ عزیز الدین ہی تھے۔محمود عشقی غزل گو شاعر تھے اور خواجہ عزیز الدین ادب دوست انسان۔وہ گلبرگہ سے تعلق رکھتے تھے اور ناندیڑ کے آیوروید کا کالج میں اناٹومی پڑھاتے تھے۔مراٹھی سے نابلد ہونے کے باوجود مراٹھی میڈیم کے طالب علموں کو نہ صرف پڑھاتے تھے بلکہ ان میں ہر دلعزیز بھی تھے۔وجہ یہ کہ شاعرانہ انداز میں دلچسپ باتیں کرتے تھے۔سیدھے سادے،نیک انسان تھے اور اپنے سبجکٹ پر عبور رکھتے تھے۔اس لئے سب انھیں پسند کرتے تھے۔

پیوپلس کالج میں صادق صاحب کو بڑی عزت اور مقبولیت حاصل ہوئی۔مراٹھی واد وِواد کا مقابلہ ہورہا ہے تو صادق صاحب ججوں کے ساتھ بیٹھے ہیں۔مراٹھی ڈرامہ ہورہا ہے تو صادق صاحب دتہ بھگت کے ساتھ بیٹھے ڈائریکشن دیتے نظر آرہے ہیں۔کالج کی ہاکی ٹیم مقابلے کے لئے میدان میں اُتر رہی ہے تو فزیکل انسٹرکٹر شرینواس سابو کے ساتھ ساتھ کھلاڑی صادق صاحب کے بھی چرن چھورہے ہیں۔ایسی توقیر ہر کسی کو حاصل نہیں ہوتی۔جب کالج کے پرنسپل شرد واڑکر صاحب نے اپنا ذاتی بنگلہ بنوایا اور اس میں منتقل ہوگئے تو ان کا سرکاری بنگلہ کالج انتظامیہ نے صادق صاحب کو دے دیا۔جس میں صادق صاحب نے رہائش اختیار کرلی۔اس علاقے میں سانپ بہت پائے جاتے تھے۔صادق صاحب نے سائنس کالج کی لائبریری میں موجود سانپوں سے متعلق کئی کتابیں دیکھ ڈالیں۔ذاتی طور پر لوگوں سے معلوم کیا تو پتہ چلا کہ ادھر کبھی سانپ کے کاٹنے سے کسی کی موت نہیں ہوئی ہے کیونکہ یہاں پائے جانے والے سبھی سانپ نان پائزنس یعنی غیر زہریلے ہیں۔پھر بھی سانپ تو سانپ ہی ہوتے ہیں۔کبھی صادق صاحب کے گھر کے غسل خانے میں غسل کررہے ہوتے تو وہاں موری میں سے سانپ نکل آتا،کبھی ڈرائنگ روم میں شوفے کے نیچے سانپ نظر آتا،کسی شام لان میں کرسی پر بیٹھے باتیں کررہے ہوتے تو سانپ سرسراتا دکائی دیتا۔کئی بار صادق صاحب سانپ مار بھی دیا کرتے تھے۔سانپوں کے بارے میں ان کی معلومات اور تجربات ان کے دہلی منتقل ہوجانے کے بعد اس وقت بہت کام آئے جب انھوں نے دوردرشن کے لئے سانپوں پر ایک ڈاکیومنٹری فلم بنائی،جس میں یہ پیغام دیا گیا تھا کہ سانپ ہمارے دشمن ہی نہیں دوست بھی ہوتے ہیں،اس لئے انھیں مارنا نہیں چاہئے۔اسی فلم میں انھوں نے یہ بھی بتایا کہ زہریلے سانپوں سے حاصل کیا جانے والا زہر سونے سے تقریباً چالیس گنا قیمتی ہوتا ہے اور یہ بھی کہ کینسر جیسے موذی مرض کے علاج کے لئے بنائی جانے والی تمام دوائیوں اور انجکشنوں میں سانپ کا زہر استعمال کیا جاتا ہے۔قصہ کوتاہ صادق صاحب چھ سال تک پیوپلس کالج میں لیکچرر رہنے کے بعد دہلی رخصت ہوگئے۔احباب واقارب جہاں ان کی ترقی پر خوش تھے وہیں ان سے بچھڑنے کے غم میں اداس بھی تھے۔

ناندیڑ کے پیوپلس ڈگری کالج میں تقریباً چھ سال پڑھانے کے بعد صادق صاحب یو پی ایس سی سے سلیکشن کے بعد منسٹری آف ایجوکیشن کے ذیلی ادارہ بیورو فار پروموشین آف اردو (ترقی اردو بورڈ) میں آگئے جہاں حیات اللہ انصاری، شمس الرحمان فاروقی، شارب ردولوی،شہباز حسین اور شمیم احمد صاحب وغیرہ کے ساتھ تین ساڑھے تین برس کام کیا۔شمس الرحمان فاروقی صاحب کی ماتحتی میں کام کرنے کے دوران انھوں نے''اردو دنیا'' نام سے ایک بروچر شائع کرنے کا منصوبہ بنایا،جس میں ترقی اردو بورڈ کی کتابوں کے پروموشن کی غرض سے ان کتابوں کے طویل اقتباسات،تبصرے اور اشتہارات شائع کئے جاتے تھے۔پہلے پہل یہ بروچر ۳۲ رصفحات پر مشتمل ہوا کرتا تھا اور مفت تقسیم کے لئے شائع کیا جاتا تھا،لیکن اس کی مقبولیت اور مانگ بڑھنے پر صفحات میں اضافہ ہوتا رہا اور پھر قیمت مقرر کردی گئی۔''اردو دنیا'' نام بھی صادق صاحب ہی کا دیا ہوا ہے جو آج تک چل رہا ہے۔تین ساڑھے تین سال سرکاری ملازمت میں رہنے کے بعد صادق صاحب دہلی یونیورسٹی کے شعبہ اردو سے منسلک ہوگئے جہاں پہلے تو وہ لیکچرار بنے پھر ریڈر اور پھر پروفیسر اور صدر شعبہ اردو بھی بنے۔دریں اثناء تین سال کے لئے ڈیپوٹیشن پر دہلی اردو اکامی کے سکریٹری بھی رہے جہاں انھوں نے اردو کی ترویج وترقی کے لئے بہت سے اہم کام کئے۔ان میں سے ایک ''نئے اور پرانے چراغ'' نامی وہ پروگرام بھی ہے جو اب بھی ہر سال منعقد کیا جاتا ہے اور اس سہ روزہ ادبی اجتماع کے انعقاد کا اہلِ دہلی انتظار کرتے رہتے ہیں۔اس پروگرام میں جیسا کہ اس کے نام سے اندازہ ہوتا ہے،نوجوان اور بزرگ قلمکاروں کو مدعو کیا جاتا ہے۔اس طور ایک طرف بزرگوں کی رہنمائی سے نوجوان مستفید ہوتے ہیں تو دوسری طرف بزرگوں کو بھی نوجوانوں کی تخلیقی سرگرمیوں سے واقف ہونے کے مواقع ملتے ہیں۔دہلی کے تقریباً سارے ہی قابل ذکر فنکار اس عظیم الشان پروگرام کا حصہ بن چکے ہیں اور اس پر فخر کرتے ہیں۔صادق صاحب اپنی سماجی سرگرمیوں کے باوجود تخلیقی سرگرمیوں میں کبھی بھی کمی نہیں آنے دیتے۔وہ شاعری بھی کرتے رہتے ہیں۔غزلیں اور نظمیں دونوں لکھتے ہیں اور ان میں اپنی انفرادیت بھی برقرار رکھتے ہیں۔عام طور پر انھیں ایک اہم نظم نگار کا رتبہ حاصل ہے لیکن ان کے کلام کا بغور مطالعہ کرنے پر پتہ چلتا ہے کہ وہ غزل گوئی میں بھی یدطولیٰ رکھتے ہیں۔اس معاملے میں انفرادیت کو کبھی بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیتے اور ہندی الفاظ کی آمیزش سے اپنے اشعار میں نئی آن بان پیدا کردیتے ہیں اور ان میں گویا جان ڈال دیتے ہیں۔درحقیقت اردو میں نئی غزل کے نقیب اور اولین شاعر ہونے کا درجہ صادق صاحب ہی کو حاصل ہے۔نظم وغزل کے علاوہ صادق صاحب نے چند قصیدے بھی لکھے ہیں جو ان کی مخصوص افتادِ طبع کے مظہر کہے جاسکتے ہیں۔ان قصیدوں میں استادانِ فن کی سی شان وشکوہ اور طرز وانداز قارئین کو متاثر کئے بغیر نہیں رہتا۔اس سلسلے میں ان کا قصیدہ''درمدح باوا آدم'' قابل ذکر ہے۔

پروفیسر صادق نے اپنی اخلاقی ،ادبی اور سماجی سرگرمیوں کی وجہ سے ناندیڑ والوں کے دلوں میں وہ مقام پیدا کیا کہ آج ایک طویل عرصہ گذرنے کے بعد بھی لوگ انھیں بہت احترام، محبت وخلوص کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔اللہ کرے یہ محبت برقرار رہے۔(آمین)

پروفیسر عبدالقادر اورنگ آبادی کی تیسری تصنیف
"تصانیف صادق" پر

تصانیف صادق ــــ ایک مطالعہ
ایک سرسری جائزہ

مرتب : عبدالقادر اورنگ آبادی

زیر نظر کتاب "تصانیف صادق ۔ ایک مطالعہ" پروفیسر عبدالقادر کی ڈاکٹر صادق پر دوسری کتاب ہے جس کا دیباچہ خود مرتب نے لکھا ہے جو بڑا تاثراتی اور معلوماتی ہے اور ڈاکٹر صادق کی حیات اور خدمات پر روشنی ڈالتا ہے۔ جس سے مرتب سے ڈاکٹر صادق کی دوستی کے رشتہ اور ان کے گہرے تعلقات بھی پتہ چلتا ہے۔ ڈاکٹر صادق کے اجین سے ممبئی وہاں سے اورنگ آباد اور یہاں سے ناندیڑ اور پھر دہلی جانے کے بعد مستقل سکونت اختیار کرنے کے سلسلے میں پروفیسر عبدالقادر نے مختصراً ان کے حالات کا ذکر بھی کیا ہے۔ اگر مزید تفصیل سے یہ حالات کہے جاتے تو لطف اور بڑھ جاتا۔ اس سے قبل پروفیسر عبدالقادر نے "صادق دکن دیش میں" کے عنوان سے ڈاکٹر صادق کے قیام اورنگ آباد کے دوران جو تحریریں تخلیق پائی تھیں انھیں یکجا کر کے کتابی شکل میں شائع کیا تھا۔ جس میں ڈاکٹر صادق کی شاعری، ترجمے، تحقیقی و تنقیدی مضامین کے علاوہ افسانے بھی شامل ہیں۔ ڈاکٹر صادق نے اپنی شاعری اور مصوری سے شہر اورنگ آباد کے نامور قلمکاروں کو اپنی طرف متوجہ کیا تھا۔ ڈاکٹر صادق نے شعر و ادب کی تقریباً ہر صنف میں کام کیا ہے اور ہر صنف میں کتابیں ان کی تخلیقی، تحقیقی و تنقیدی صلاحیتوں کی مظہر ہیں۔ ڈاکٹر صادق اردو، انگریزی، ہندی اور مراٹھی کے علاوہ بھی کئی زبانوں پر عبور رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے تراجم کے ذریعے دیگر زبانوں کی کتابوں کو اردو روپ دیا ہے اور اردو کے ساتھ ہندی میں بھی شاعری کی ہے۔

ڈاکٹر صادق ایک کثیر الجہات شخصیت ہیں۔ ان کی کتابوں پر کئی ممتاز اہل قلم اور دانشور علم و فن نے تبصرے، مضامین اور تجزیے کیے ہیں۔ ڈاکٹر صادق کی ۲۴ تصانیف پر مضامین و تبصروں کا انتخاب کر کے پروفیسر عبدالقادر نے بڑے سلیقے سے یہ کتاب مرتب کی ہے۔ کتاب کا انتساب مرتب نے اپنے عزیز دوست ڈاکٹر رفیع الدین ناصر کے نام کیا ہے۔

ڈاکٹر صادق کی ہمہ جہت شخصیت کی طرح ان کے فن کی بھی کئی جہتیں ہیں اور بیک وقت وہ شاعر و ادیب، افسانہ نگار، ڈرامہ نگار، محقق و ناقد مترجم اور ایک بہترین مصور بھی ہیں۔ بقول جاوید ناصر "وہ Broadcaster اور Telecaster بھی ہیں، ممکن ہے کہ وہ فریب دے کر پردہ سیمیں پر نکل جائیں۔" فلموں کا تو مجھے علم نہیں لیکن دوردرشن اور DD Urdu پر کئی ٹیلی فلمیں بھی ڈاکٹر صادق بنا چکے ہیں۔ ان کے تعلیمی کیریئر کے بارے میں رمیش سونی نے لکھا ہے :

"ڈاکٹر صادق نے ادب و آرٹ کے ساتھ تعلیم و تعلم کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ انھوں نے ایم اے اردو اور ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں اورنگ آباد سے حاصل کیں اور اپنی محنت، لگن و لیاقت کی بدولت یو پی ایس سی سے سلیکٹ ہو کر دلّی پہنچے وہاں کچھ عرصہ مرکزی وزارت تعلیمات میں کام کرنے کے بعد وہ دلّی یونیورسٹی کے شعبۂ اردو میں پہلے لیکچرر پھر پروفیسر مقرر ہوئے۔ یہاں وہ علم و ادب کے میدان میں سرگرمی کا مظاہرہ کرتے رہے۔ اس طرح وہ بھیڑ سے الگ اپنی شناخت کی روشن لکیر کھینچنے میں کامیاب ہوئے۔" (ص ۴۰)

ڈاکٹر صادق نے اپنی ملازمت کے دوران ترقی اردو بیورو کے زیر انتظام 'اردو دنیا' رسالہ جاری کیا تھا جو بڑی آب و تاب کے ساتھ اب جہازی سائز میں نکلتا ہے اور بعد میں دہلی اردو اکیڈمی کے سکریٹری بھی رہے۔ اس کے تحت ایک پروگرام 'نئے اور پرانے چراغ' کے نام سے شروع کیا تھا جو اب تک جاری ہے۔ ڈاکٹر صادق کو کئی انعامات و اعزازات سے بھی نوازا گیا۔ ان کی گرانقدر خدمات کے سلسلے میں مدھیہ پردیش حکومت کا مرزا غالب ایوارڈ، اتر پردیش لکھنؤ سے کلاشری سمان، آل انڈیا نشان سجاد ظہیر جیسے قابل قدر اعزازات اور دیگر انعامات سے سرفراز کیا گیا۔ ڈاکٹر صادق نے جس عزم و حوصلے، قوت ارادی اور قوت اعتمادی کے ساتھ اپنا تعلیمی، ملازمتی اور علمی و ادبی سفر طے کیا ہے وہ نئی نسل کے لیے آج مشعل راہ ہے۔

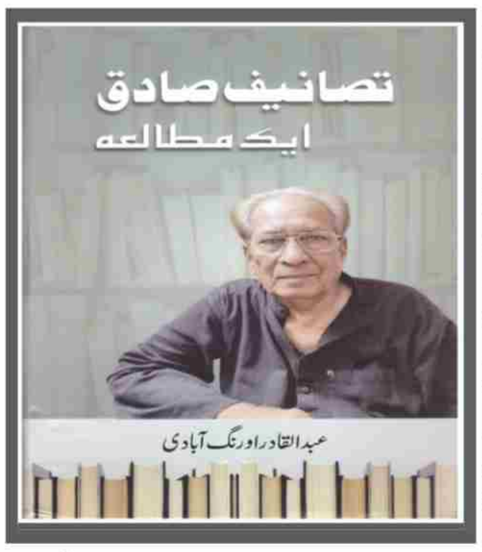

کتاب کی ابتداء میں ڈاکٹر صادق کے شعری مجموعوں 'دستخط'، 'سلسلہ'، 'کشاذ'، 'خواب کے جلنے کا منظر'، 'نظمیں غزلیں گرد آلود' پر بالترتیب ابوالکلام قاسمی، کمار پاشی، اسلوب احمد انصاری، جاوید ناصر اور اظہر معز کے مضامین شامل ہیں۔ جو اُن کی شاعری کا بھرپور جائزہ پیش کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صادق کے اولین شعری مجموعہ 'دستخط' پر ابوالکلام قاسمی لکھتے ہیں : "'دستخط' ہر چند کہ صادق کا پہلا شعری مجموعہ ہے مگر اس کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاعر نے اپنا مجموعہ شائع کرنے میں عجلت سے کام نہیں لیا ہے۔ مختلف رسائل میں شائع شدہ اپنی تخلیقات کا سخت انتخاب' صادق نے اسّی صفحات کے اس مجموعہ میں شامل کیا ہے۔ صادق احساس، مشاہدہ اور تجربے کی اظہار کی منزل تک ان تمام تخلیقی صلاحیتوں کا مالک ہے جو انسان کو عام آدمی سے بلند کر کے فن کار کی منزل تک پہنچاتی ہیں۔" (ص ۱۶۔۱۵) دوسرے مجموعہ "سلسلہ" کے بارے میں کمار پاشی کی رائے بڑی اہم لگتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں :

"دوسرا شعری مجموعہ 'سلسلہ' حال ہی میں چھپ کر سامنے آیا ہے ان دونوں مجموعوں کے درمیان کوئی زیادہ فاصلہ نہیں ہے۔ یوں بھی دو ڈھائی برس کی مدت میں کوئی تخلیقی ذہن اپنے سفر کے اگلے پڑاؤ کی بشارت نہیں دے سکتا۔ پھر بھی ان دونوں مجموعوں کے سنجیدہ مطالعہ کے بعد یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ جدید نسل کو اپنے راستے میں اگر صادق جیسے چند اور گرم خون مسافر مل جائیں تو اردو شعر و ادب کے نئے راستے اور زیادہ واضح ہو جائیں گے۔ (ص ۲۰۔۱۹) 'کشاذ' پروفیسر اسلوب احمد انصاری کے لفظوں میں ایک نئے ذہنی رویے اور ایک نئے جذباتی ذائقہ کا پتہ دیتا ہے۔ اس میں زبان و بیان کا جو تجربہ کیا گیا ہے وہ انوکھا اور استعجاب انگیز ہے۔ اس میں غزلیں اور نظمیں ملی جلی ہیں اور نظموں کی طرح غزلیں بھی نئے آہنگ کی غمازی کر رہی ہیں۔" (ص ۲۲)

گرتے آسمان کا بوجھ، شبدوں کا جنم دن، سر پر کھڑا شنی ہے اور 'زندگی کا ذائقہ' ہندی میں ڈاکٹر صادق کے شعری مجموعے ہیں۔ 'زندگی کا ذائقہ' کے بارے میں ممتاز ہندی ادیب کملیشور لکھتے ہیں :

"'زندگی کا ذائقہ' دراصل اس میں پورے سماج اور موجودہ سیاست کا ذائقہ ہے۔" ڈاکٹر صادق کی ان سبھی غزلوں میں موضوع کی ایسی وسعت دیکھنے کو ملتی ہے جو درحقیقت ان کی جدید سماجی اقدار اور فلسفیانہ بلندی کا احساس کراتی ہے۔" (ص ۴۹۔۴۸)

ڈاکٹر صادق نے شاعری کے ساتھ نثر میں بھی خوب لکھا ہے۔ ان کے مضامین معتبر رسائل و جرائد میں تواتر سے چھپتے رہے ہیں۔ وہ ایک اچھے محقق و ناقد ہیں۔ ان کی کتابیں 'ترقی پسند تحریک اور اردو افسانہ'، 'اردو کے سروکار'، 'چند مضامین'، 'تحقیقی و تنقیدی مضامین' کافی مقبول ہوئے ہیں۔ ان کتابوں پر بالترتیب پروفیسر ارتضیٰ کریم، تنویر احمد علوی، وہاب عندلیب اور خان رضوان کے مضامین شامل ہیں جو ڈاکٹر صادق کے تحقیقی و تنقیدی بصیرت کا سیر حاصل جائزہ پیش کرتے ہیں۔ 'ترقی پسند تحریک اور اردو افسانہ' اردو فکشن کی ایک اہم اور مقبول کتاب ہے جو پروفیسر عبدالقادر کے لفظوں میں آج بھی فکشن تنقید کا ایک بڑا کارنامہ مانی جاتی ہے۔" دراصل یہ کتاب ان کے پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے۔ انھوں نے ڈاکٹر عصمت جاوید شیخ کی نگرانی میں مرہٹواڑہ یونیورسٹی اورنگ آباد سے مکمل کیا تھا۔ اس کتاب کے بارے میں ڈاکٹر ارتضیٰ کریم لکھتے ہیں : "یہ اپنی نوعیت کی واحد کوشش ہے۔ افسانے کے تنقیدی سرمایے میں ہماری نظر ایک اور اہم کاوش پر پڑتی ہے۔ ڈاکٹر صادق کی یہ کتاب ترقی پسند افسانے کی تفہیم اور تنقید میں نمایاں مقام رکھتی ہے۔" (ص ۵۱)

'ادب کے سروکار بھی' ڈاکٹر صادق کی اہم تنقیدی کتاب ہے۔ ڈاکٹر تنویر احمد علوی کے لفظوں میں "صادق صاحب کی کوشش قابل داد ہے کہ انھوں نے اردو افسانہ کے تاریخی سفر کی معروضی یا غیر جذباتی انداز میں نشاندہی کی۔" (ص ۵۹) اس کتاب میں اردو کا پہلا افسانہ کی تحقیق کو ڈاکٹر صادق نے بڑے مدلل انداز میں پیش کیا ہے۔ تحقیق و تنقید کی دیگر تصانیف 'چند مضامین' اور 'تحقیقی اور تنقیدی مضامین' بھی پروفیسر صادق کی اہم کتابیں ہیں جس میں بالترتیب ۱۳ اور ۲۳ مضامین شامل ہیں۔ ڈاکٹر صادق کا آبائی وطن مالوہ کے قریب واقع شہر اجین ہے۔ مالوہ کی لوک کہانیوں کی تلاش و جستجو کے بعد ڈاکٹر صادق نے ترقی اردو بیورو اور دہلی کے زیر اہتمام 'مالوہ کی لوک کہانیاں' شائع کی ہیں۔ دراصل ڈاکٹر صادق نے 'نئی مراٹھی شاعری'، 'نئی ہماری شاعری' اور 'مالوے کی لوک کہانیاں' جیسی کتابوں کے ذریعے اردو قلمکاروں اور قاریوں کو ہندی اور مراٹھی شاعری سے متعارف کرایا اور ادبی سرمایہ میں اضافہ کیا۔ اس تصنیف پر مظہر محمود کا تبصرہ شامل کیا گیا ہے۔ اردو کے چند شاہکار افسانوں کے انتخاب پر مشتمل 'اردو کی کال جئی کہانیاں' میں افسانوں کا انتخاب اور ہندی میں ترجمہ بھی ڈاکٹر صادق نے کیا ہے۔ اس کتاب پر پروفیسر شاہینہ تبسم کا مختصر تعارفی مضمون شامل ہے۔ 'سر پر کھڑا شنی ہے' پر تبصرہ کرتے ہوئے پونم شرما رقمطراز ہیں :

"ڈاکٹر صادق لسانی سطح پر طرح طرح کے تجربے کرتے رہنے پر یقین رکھتے ہیں۔ محاورے، کہاوتیں، تمثیلیں، ضرب الامثال سے اور زبان و بیان کے دوسرے فنی لوازمات سے بھی وہ خوب کام لیتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی غزلوں کی تازگی بڑھ جاتی ہے۔" (ص ۴۶)

ڈاکٹر عظیم راہی (اورنگ آباد)
9370992203

ڈاکٹر صادق نے اردو کے عظیم اور مقبول شاعر مرزا غالبؔ پر اردو، ہندی اور انگریزی میں کتابیں لکھ کر ان زبانوں کے قاریوں تک پہنچانے کا اہم کام انجام دیا ہے۔ اس کتاب پر ڈاکٹر سید فیضان حسن نے سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔ ڈاکٹر صادق نے مرزا غالب کی زندگی پر 'اس مشکل سے گزری غالبؔ' کے نام سے ایک سوانحی نوعیت کا ڈرامہ بھی لکھا ہے جو دہلی اور کئی بڑے شہروں میں کامیابی سے اسٹیج کیا گیا ہے اور کتابی شکل میں شائع ہوا ہے۔ اس شاہکار ڈرامہ پر مبنی کتاب پر فرحت نادر رضوی کا طویل مضمون بھی کتاب میں شامل ہے۔ یہ ڈرامہ غالبؔ کی زندگی کے اس دور کی عکاسی کرتا ہے جب وہ اپنی خاندانی پنشن کے مقدمے کے سلسلے میں دہلی سے کلکتہ اور پھر وہاں سے دہلی تک کا سفر کرتے ہیں۔ 'یادِ غالبؔ' کے سلسلے میں غالبؔ پر ہندی میں 'فریب ہستی' کے نام سے ان کا ہندی ناٹک غالبؔ پر دوسرا ڈرامہ ہے۔ کتابی شکل میں منظر عام پر آ کر اردو کے ساتھ ہندی قاری کو متوجہ کر چکا ہے۔ مرزا غالبؔ کی مشہور مثنوی 'چراغ دیر' مع پانچ اردو تراجم' پر مہتاب جہاں اور نریندر موہن کے تبصرے شامل ہیں۔ ڈاکٹر صادق کی یہ ایک اہم اور کارآمد تصنیف ہے۔ وجے تنڈولکر کے مراٹھی ڈرامے 'کنیادان' کا اردو ترجمہ بھی کتابی شکل میں شائع ہوا ہے۔ اس تصنیف پر پروفیسر عظیم الشان صدیقی کا تبصرہ شامل کتاب ہے۔ مبصر کے لفظوں میں 'کنیادان' کے اردو ترجمے کا مطالعہ کریں تو یہ نہ صرف اس معیار پر پورا اترتا ہے بلکہ ڈاکٹر صادق کی ترجمہ نگاری میں مہارت کا اعتراف بھی کرنا پڑتا ہے۔" (ص ۸۸) ڈاکٹر صادق کی انگریزی میں تصنیف 'عصمت ہر لائف ہر ٹائمس' جو ممتاز ادیبہ عصمت چغتائی کی زندگی، ان پر لکھے ہوئے مضامین اور ان کے نمائندہ افسانوں کے تراجم پر مبنی ہے۔ پروفیسر شاہینہ تبسم نے مختصر تعارفی مضمون تحریر کیا ہے۔ 'نئی ہندی شاعری' کے نام سے گیارہ ہندی شعراء کی نظموں کا انتخاب' اس تصنیف پر پروفیسر عتیق اللہ کا مضمون شامل کتاب ہے۔

'کہیں نہیں وہیں' ممتاز ہندی شاعر و ادیب اشوک واجپائی کی ہندی کویتاؤں کا مجموعہ ہے جس کو ڈاکٹر صادق نے ساہتیہ اکیڈیمی کے لیے اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ اس تصنیف پر پروفیسر شاہینہ تبسم کا مختصر تعارفی مضمون شامل ہے۔ مجموعی اعتبار سے "تصانیفِ صادق 'ایک مطالعہ'" صادق شناسی کے سلسلے میں پروفیسر عبدالقادر کی ترتیب کردہ کتاب بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ امید کہ ادبی حلقوں میں اس کی خوب پذیرائی ہوگی کہ اس کتاب سے ڈاکٹر صادق کے جہانِ تخلیقات سے واقفیت ہوتی ہے۔ اس خصوص میں پروفیسر عبدالقادر مبارکباد کے مستحق ہیں تو وہیں ڈاکٹر صادق کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ اس طرح ان کی شخصیت اور خدمات کے اعتراف میں ایک کتاب کا اور اضافہ ہوا ہے۔ سرورق پر مصنف کی تازہ تصویر دیکھی جا سکتی ہے۔ ۱۱۲ صفحات پر مشتمل مجلد جیکٹ کور کے ساتھ، عمدہ کمپوزنگ اور بہترین طباعت سے آراستہ و پیراستہ ۲۰۰ روپے کی مناسب قیمت پر یہ کتاب ایجوکیشن پبلشنگ ہاؤس نئی دہلی سے حاصل کی جا سکتی ہے۔

تصانیف صادق

ڈاکٹر ارتکاز افضل

میری دانست میں پروفیسر عبد القادر کی تیسری کتاب ہے جس کا محور صادق کے ادبی کارنامے ہیں اس سے قبل قادر صاحب نے "صادق دکن دیس میں" اور "اکیسویں صدی کی شاعری" کے عنوان سے صادق کی شعری تخلیقات کا انتخاب شائع کیا تھا۔ ہم آپ سب ہی جانتے ہیں کہ صادق کے مختلف رنگ کریئر کی طرح صادق کا ادبی سفر بھی مختلف النوع رہا ہے۔ اور اس طویل سفر میں صادق نے بڑے صبر و تحمل اور نظم و ضبط کے ساتھ اپنی ذاتی اور معاشرتی زندگی میں وہ توازن برقرار رکھا ہے کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔ لہٰذا میرا موقف ہے کہ صادق اندر سے ایک بے انتہا مضبوط اور ناقابل شکست انسان ہیں اور یہ ان کی نظموں، غزلوں، مصوری اور دیگر تصانیف سے عیاں ہے۔

زیر نظر تصنیف "تصانیف صادق :ایک مطالعہ" صادق پر لکھے گئے اہم ترین مضامین کا انتخاب ہے ان مضامین کی ترتیب و تالیف کے ذریعے قادر صاحب نے نہ صرف صادق کے ادبی استناد و اعتبار کے ضوابط فراہم کئے ہیں بلکہ صادق کی زندگی پر ایک مکمل خاکہ بھی تحریر کیا ہے جس سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ صادق کن مرحلوں اور مصائب سے گزر کر اس مقام تک پہنچے۔ صادق کو یہ استثناء بھی حاصل ہے کہ انھوں نے جنوب و شمال دونوں ہی معاشرتوں میں زندگی گزاری ہے لہٰذا وہ جنوبی ہند (دکن) کے تہذیبی متعلقات سے بھی پوری طرح واقف ہیں اور شمالی ہند کے تہذیبی سروکار سے بھی پوری طرح واقف ہیں۔ جن ناقدین اور اہل قلم کے مضامین اس انتخاب میں شامل ہیں ان میں اسلوب احمد انصاری، ابوالکلام قاسمی، کمار پاشی، کملیشور، نریندر موہن، عتیق اللہ اور ارتضیٰ کریم جیسے صاحب بصیرت حضرات شامل ہیں۔ اس فہرست سے قارئین بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ صادق نے اگر اردو کے ممتاز ناقدین کی توجہ حاصل کی ہے تو ہندی کے جید ادیب بھی ان کی نگارشات سے پوری طرح واقف ہیں۔ کملیشور ہندی کا ایک بہت بڑا نام ہے، کمار پاشی "ولاس یاترا" کے توسط سے اردو شاعری میں قابل احترام سمجھے جاتے ہیں۔ ابوالکلام قاسمی وہ نقاد ہیں جنھوں نے تنقیدی اور مشرقیت کو اساس بنا کر بہت اہم کام کیا ہے اور اسی طرح اسلوب احمد انصاری اور عتیق اللہ روایتی او رجدید تنقید کے وہ دو بڑے نام ہیں جن کے ذکر کے بغیر جدید اردو تنقید کی تاریخ مرتب نہیں کی جا سکتی اور ان سبھی نے صادق کی نظموں اور غزلوں پر جامع تبصرے کئے ہیں۔

صادق کی طبیعت میں شروع ہی سے یک گونہ قلندری شامل ہے اور ان کا یہ مزاج مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتا رہتا ہے کبھی نظم کی شکل میں، کبھی ڈرامہ اور فیچرز کی شکل میں، کبھی مصوری میں اور کبھی طنز و مزاح میں۔ اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ صادق ایک تربیت یافتہ محقق اور نقاد بھی ہیں۔ اردو کی افسانوی روایت پر ان کی تحقیق بلا مبالغہ ایک اساسی تصنیف ہے۔ صادق چونکہ مراٹھی، ہندی، اردو اور بڑی حد تک سنسکرت کی روایتوں سے واقف ہیں۔ لہٰذا ان کا شعری اور نثری اسلوب اس ملک کی سنسکرتی کا سنگم پیش کرتا ہے۔ اسی لئے کمار پاشی نے اپنے مضمون میں واضح طور پر یہ لکھا ہے کہ:

"اسی اسلوب نے صادق کی شاعری کو سطحی غزلیہ بیان سے چھٹکارا دلانے کی قابل داد کوشش کی ہے۔"

صادق ایک بہت اچھے مصور بھی ہیں اور ان کی مصوری پر تدریجی آرٹ کے اثرات واضح طور پر نظر آتے ہیں۔ اس لئے ان کی نظموں میں بھی جا بہ جا ایسی بے شمار مثالیں مل جائیں گی۔ جہاں انھوں نے شاعرانہ محسوسات کو مصوری کے اسلوب میں قلمبند کیا ہے۔ وہ "تلسی" والی نظم ہوں یا پھر "ذائقے چٹکیوں میں نہیں آئیں گے" والی نظم ہو۔ صادق حواس خمسہ کو بھی abstract اور نامیاتی قوتوں میں بدل دیتے ہیں۔ بہرحال یہ موقع نہیں ہے کہ صادق کے شعر و ادب پر تفصیل سے گفتگو ہو۔ میرا ایک طویل مضمون صادق کی شاعری کے تعلق سے "حسب مقدور" میں شامل ہے اور قارئین اس سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

قادر صاحب کی تازہ ترین کتاب "تصانیف صادق" صادق کے شعر و ادب کی قرات میں قابل قدر دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے اور مجھے یقین ہے طلباء، اساتذہ اور اردو کے محققین بطور حوالہ اس کتاب سے استفادہ کریں گے۔

"فنکاروں کا فنکار" پروفیسر صادق

اے باد صبا کچھ تو خبر، اس کے جنوں کی تنہا سفرِ شوق میں نکلا تھا جو اک شخص

پروفیسر صادق صاحب کا نام اور کام سب سے پہلے میری سماعتوں سے اس وقت ٹکرایا تھا جب 2021ء میں عبدالقادر سر نے انکی کتاب "صادق دکن دیس میں" تالیف کر کے منظر عام پر لائی تھی۔ اس

ڈاکٹر غزالہ پروین
شعبہ عربی : ڈاکٹر رفیق زکریا کالج فار ویمن، ورنگ آباد
9850782985

کتاب کے ملتے ہی مجھے اپنی لاعلمی پر تاسف اور صادق صاحب کی ہمہ گیر شخصیت سے روشناس ہونے پر مسرت ہوئی تھی۔ اس کتاب میں مختلف اصنافِ ادب جو صادق صاحب کے کمال فن کو اجاگر کرتے ہیں اور جو نثری و شعری فن پاروں سے مزین ہے۔ جیسے غزلیں، نظمیں، افسانے، اور تحقیق و تنقید وغیرہ شامل ہیں۔ اس کتاب کو پڑھتے ہی اسی وقت میں نے خالقِ ادب کی ہمہ گیریت کا اندازہ لگا لیا تھا۔ اس دوسری کتاب "تصانیفِ صادق" کے مرتب بھی عبد القادر سر ہی ہیں۔ ان دونوں کتابوں کی تالیف و ترتیب میں موصوف کی کاوشیں اس بات کا بین ثبوت ہے کہ وہ اپنی دیرینہ دوستی و رفاقت کا حق ادا کرنا چاہتے ہیں۔ اس کتاب کو انھوں نے ان کے عزیز ترین دوست پروفیسر رفیع الدین ناصر سر کے نام معنون کیا ہے۔ اس کتاب میں مختلف دانشوران علم و فن نے صادق صاحب کی شخصیت و تخلیقیت پر اپنی اپنی آراء پیش کی ہیں۔

موصوف کی ہمہ گیریت نہ صرف فنونِ لطیفہ بلکہ اصنافِ ادب میں بھی بہت نمایاں و روشن ہے۔ اصنافِ ادب کی تقریباً ہر صنف میں موصوف نے اپنے فکر و فن کے نقوش ثبت کیے ہیں۔ اظہارِ فن کیلئے انھوں نے ادب کے تقریباً سبھی اصناف و پیرائے استعمال کیے ہیں۔ بات چاہے نثر کی ہو یا شاعری کی یا پھر مصوری کی، انکا قلم نہایت سبک روی سے چلتا ہے اور ہر صنف میں طبع آزمائی کرتا ہے۔ انکے قلم کی سبک روی اور ان کے جذب و جنون کا ہی نتیجہ ہے کہ بے شمار تحریریں انھوں نے دنیائے ادب کے حوالے کی ہیں۔ ان بے شمار تحریروں کے محرکات دراصل یہ ہیں کہ انھوں نے ایامِ شباب میں ہی قرطاس و قلم سے دوستی کر لی تھی۔ اور پھر قدرت کا عطا کردہ ذہن اور اس پر ان کی انتھک کوششیں۔ لہٰذا وہ ادبی دنیا میں ہمیشہ کامیاب و کامران رہے۔

صادق صاحب نے اپنی پہلی غزل کالج کے زمانے میں لکھی تھی۔ جو 1964ء میں جریدہ "آئینہ" میں شائع ہوئی تھی۔ تعلیم کے دوران لکھی ہوئی یہ غزل ان کے تخلیقی ذہن کی عکاس ہے۔ انھوں نے دوران تعلیم نہ صرف اصنافِ ادب میں طبع آزمائی کی۔ بلکہ اس وقت فن مصوری میں بھی اپنے فن کو روشن کیا۔ خداداد صلاحیت کے مالک، صادق صاحب بہت جلد شاعر و ادیب، مترجم، افسانہ نویس، نقاد و مصور کی حیثیت سے معروف ہو گئے۔ ان کی شخصیت اور فن پر بات کرنے کیلئے ذہن و شعور میں ابھی اتنی بالیدگی نہیں اور نہ ہی ان کے فن پاروں کو چند سطروں میں سمیٹا جا سکتا ہے۔ موصوف کی ادبی آفاقیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ انھوں نے اصناف ادب کی ہر صنف کو اظہارِ فن کا ذریعہ بنایا۔ اگر ہم موصوف کی شاعری کی بات کریں تو ان کے اب تک تین شعری مجموعے منظر عام پر آ چکے ہیں۔ پہلا شعری مجموعہ "دستخط" کے نام سے 1973ء میں شائع ہوا۔ دوسرا شعری مجموعہ "سلسلہ" اور تیسرا "کشاذ" ہیں۔ یہ سب ان کے تخلیقی و شعری وجدان کے گواہ ہیں۔ اور جدید حسیت کے آئینہ دار بھی۔ ان تمام مجموعوں میں مختلف اصنافِ ادب کو اظہار کا ذریعہ بنایا گیا ہے۔ جیسے غزل، قصیدہ، مثنوی، نثری نظمیں، آزاد و پابند نظمیں، پیروڈی اور واسوخت جیسے پیرائے و اصناف میں بھی موصوف نے طبع آزمائی کی ہے۔ اسی طرح نثر میں افسانے، ڈرامے، تبصرے، اور تحقیقی و تنقیدی مضامین وغیرہ۔ صنفِ نثر میں ان کی دو تنقیدی کتابیں جو بہت مستند و معتبر مانی جاتی ہیں۔ (۱) ترقی پسند تحریک اور اردو افسانے۔ (۲) ادب کے سروکار

موصوف کو صنف ڈرامہ میں بھی بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ یوں تو ان کے سبھی ڈرامے مشہور ہوئے۔ لیکن انکا ایک شاہکار ڈرامہ جس کو بہت زیادہ شہرت حاصل ہوئی وہ ڈرامہ "اس شکل سے گزری غالبؔ" ہے۔ جسے بہترین ڈرامہ کا اعزاز حاصل ہے۔ صادق صاحب نے بحیثیت مترجم بھی شہرت حاصل کی۔ بہت سی اردو کتابوں کا ترجمہ ہندی، مراٹھی اور انگریزی زبانوں میں، اور بہت سی دیگر زبانوں کے ادبیات کو انھوں نے اردو میں منتقل کیا۔ اور یہ بات موصوف کی مختلف زبانوں سے بہرہ وری اور جانکاری پر دال ہے۔ لوگوں نے ان کی شخصیت اور تخلیقیت کا دل کھول کر استقبال کیا۔ ان کی ادبی کاوشوں کو سراہا گیا۔ انہیں کئی معزز ترین ایوارڈس اور انعامات سے نوازا گیا۔ جن میں بطور خاص 1973ء میں مدھیہ پردیش اکادمی کی جانب سے "مرزا غالب ایوارڈ" ہے۔ اس طرح اتر پردیش (لکھنؤ) سے "کلا شری سمّان" اور "نشانِ سجاد ظہیر" جیسے موقر ایوارڈس ہیں۔

صادق صاحب جیسی عبقری شخصیت اور ان کے فن پاروں کو چند سطور میں نہیں سمیٹا جا سکتا لہٰذا راقمۃ الحروف کا قلم اور قابلیت دونوں معذور اور لرزاں ہیں۔

کہ جن کا سامنا کرنے سے حرف لرزاں ہیں
سخنوروں میں یہ کون با کمال آیا

پروفیسر صادق، پروفیسر شاہین تبسم، ایڈوکیٹ عبدالرحمٰن دہلی سے اورنگ آباد آمد پر والہانہ استقبال کیا گیا۔ اس موقع پر پروفیسر رفیع الدین ناصر، رضا عبدالقادر موجود تھے

اس صفحہ کے ترتیب کار: پروفیسر رفیع الدین ناصر
،صدر شعبہ نباتات وقومی اعزاز یافتہ معلم مولانا آزاد کالج، اورنگ آباد

تصانیف صادق ایک مطالعہ کے رسم اجراء کے موقع پر پروفیسر صادق کے لئے کہی گئی نظم

قلم کار

محمد اختر خان (اورنگ آباد)
9822059723

میں کہ ہنگامۂ محبت ہوں
مری فطرت میں جاں نثاری ہے
بیر رکھتا نہیں کسی سے میں
ساری دنیا ہی مجھ کو پیاری ہے
میں قلمکار ہوں
قلم سے میرے تیر و نشتر کا کام لیتا ہوں
جب بھی دیکھتا ہوں ظلم و ستم
اپنے سینے کو تھام لیتا ہوں
اپنی اردو کو عام کرتا ہوں
ہر کسی سے کلام کرتا ہوں
سنگدل مجھ سے موم ہوتے ہیں
اپنی باتوں سے کام کرتا ہوں
جو محبت سے بیر رکھتے ہیں
دشمنی ان سے مول لیتا ہوں
تذکرہ جب کبھی وفا کا ہو
اپنے دل کو ٹٹول لیتا ہوں
مری خواہش ہے سارے عالم میں
ہر کوئی شادکام ہو جائے
ظلمتوں کو جو روشنی بخشے
مرا اختر سا کام ہو جائے

کانگریس مسلمانوں کو مسلسل دھوکہ دے رہی ہے

اس بار ہم اپنا ممبر ایوان اسمبلی کے لئے خود طئے کریں گے: فاروق احمد

ناندیڑ کے سینکڑوں افراد کی ونچیت بہوجن آگھاڑی میں شمولیت

ناندیڑ:8/جولائی (نامہ نگار) گزشتہ کئی مہینوں سے فاروق احمد کی قیادت میں ونچیت بہوجن آگھاڑی مسلسل میدان عمل میں نمایاں کام کرتے نظر آرہی ہے۔ پرکاش بالاصاحب امبیڈکر کی رہنمائی میں سماج کے مختلف معاملات پر بے باکی سے فاروق احمد ملت کے مسائل کی یکسوئی کی لئے کوشش کررہے ہیں۔فاروق احمد کے کام کرنے کے طریقے سے اور بالاصاحب امبیڈکر کے مسلمانوں کے متعلق موقف سے متاثر ہوکر قدیم شہر ناندیڑ کے محلّہ ہتائی کربلا اور گاڑی پورہ کے متعدد نوجوانوں نے ونچیت بہوجن آگھاڑی میں شمولیت اختیار کی۔ فاروق احمد کی قیادت میں سماجی خدمت گزار امجد خان اور سہیل نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ونچیت بہوجن آگھاڑی میں شمولیت اختیار کی۔ آج ناؤگھاٹ پر منعقدہ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے فاروق احمد نے کہا کہ مسلمانوں نے لاکھوں کی تعداد میں قطاروں میں لگ کر کانگریس کے لئے لوک سبھا کے انتخابات میں ووٹ ڈالے ، کانگریس نے مسلمانوں کے ووٹ لئے لیکن کانگریس نے ہمیشہ کی طرح مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہوئے اس بار بھی کسی مسلم کو MLC نہیں بنایا۔کانگریس جو اشوک چوہان کے وقت زہریلی تھی وہ آج بھی اسی طرح سے مسلمانوں کی قیادت ختم کرنے کا کام کررہی ہے۔ وسنت چوہان، بیٹ موگریکر اور ہمبرڈے نے ناندیڑ کانگریس کے معمر قائدین کو آپس میں لڑانے کا کام کیا۔ جب عبدالستار صاحب کی سفارش کی جا چکی تھی تو مسعود احمد صاحب کو سفارشی خط کیوں دیا؟ مسلمانوں کو مل رہے ان تجربات سے مسلمانوں کو بھی اب یہ طئے کرنا ضروری ہے کہ ہم خود سیدھے راستے سے ایوان اسمبلی میں داخل ہوں گے اور اپنا MLA منتخب کر کے کانگریسی قیادت کو سبق سکھانا ضروری ہے۔ اس موقع پر عتیق لیڈر نے سبھی کا شکریہ ادا کیا۔ نظامت کے فرائض ایڈوکیٹ شیخ بلال نے انجام دیئے۔امجد خان کے ہمراہ وہاب الدین صاحب،محمد سہیل ، امجد خان ، فیروز خان، محبوب خان ، محمد جاوید ، فردین خان و دیگر متعداد نوجوانوں نے کثیر تعداد میں شمولیت اختیار کی۔اس موقع پر ونچیت بہوجن آگھاڑی کے ریاستی نائب صدر گوند دلوی ،جنوب شہر صدر وٹھل گائیکواڑ، شمال شہر صدر ایوب خان، سرفراز خان، سید اعجاز، جاوید ہاشمی ،محمد قاسم و دیگر کارکنان موجود تھے۔

تعلیم یافتہ بے روزگار امیدواروں کے لیے آج اور کل روزگار میلے کا انعقاد

ناندیڑ:8/جولائی (ورق تازہ نیوز) ضلع میں پڑھے لکھے بے روزگار امیدواروں کو روزگار کے مواقع فراہم کرنے کے لیے ضلع ہنر مندی، روزگار اور کاروباری رہنمائی مرکز ناندیڑ اور دیہی کے اشتراک سے منگل 9 اور بدھ 10 جولائی 2024 کو ایک روزگار میلے کا انعقاد ٹیکنیکل اینڈ مینجمنٹ کیمپس وشنوپوری ناندیڑ میں کیا گیا ہے۔ اس روزگار میلے میں معروف کمپنیاں انٹرویوز لیں گی ضلع کے بے روزگار امیدوار 9 اور 10 جولائی کو صبح 10 بجے سے سہ پہر 3 بجے تک کاغذات جیسے کہ بائیو ڈاٹا، تعلیمی سرٹیفکیٹ، زیراکس پاسپورٹ سائز فوٹو وغیرہ ساتھ لائیں۔ اسکل ڈیولپمنٹ، ایمپلائمنٹ اینڈ انٹر پرینیورشپ سنٹر کی اسسٹنٹ کمشنر رینو کا تملوار نے اس میلے میں شرکت کرنے اور موقع سے فائدہ اٹھانے کی اپیل کی ہے۔

انڈیا بلاک کی طلبا تنظیموں نے 'ری-نیٹ' کے لیے جنتر منتر پر کیا مظاہرہ، این ٹی اے کو تحلیل کرنے کا مطالبہ

نئی دہلی:8/ جولائی (ایجنسیز) اپوزیشن اتحاد 'انڈین نیشنل ڈیولپمنٹل انکلوسیو الائنس' (انڈیا) میں شامل پارٹیوں کی طلبا یونٹس کے ایک نمائندہ گروپ نے میڈیکل کورسز میں داخلہ کے لیے منعقد قومی اہلیت و داخلہ امتحان- انڈر گریجویٹ (نیٹ-یو جی) امتحان کو پھر سے کرانے کا مطالبہ کرتے ہوئے پیر کے روز دہلی واقع جنتر منتر پر زوردار مظاہرہ کیا۔اس دوران 'انڈیا یوتھ فرنٹ' (ا?ئی وائی ایف) کے کئی لیڈران و کارکنان جنتر منتر پر اپنی ا?واز اٹھاتے ہوئے نظر ا?ئے۔انڈین یوتھ کانگریس کے قومی صدر شرینواس بی وی، سماجوادی یواجن سبھا کے فہد عالم، یوتھ ا?رجے ڈی صدر ا? ئین احمد اور کئی دیگر پارٹیوں کے یوتھ ونگ سربراہان ا?ئی وائی ایف کے بینر تلے جنتر منتر پر جمع ہوئے۔ یوتھ کانگریس کی طرف سے جاری پریس نوٹ کے مطابق ان طلبا تنظیموں نے ایک ا?واز میں یہ مطالبہ کیا کہ مرکزی وزیر تعلیم کو جلد از جلد استعفیٰ دے دینا چاہیے، این ٹی اے (نیشنل ٹیسٹنگ ایجنسی) کو تحلیل کیا جانا چاہیے اور ری-نیٹ کروانا چاہیے۔ یوتھ کانگریس صدر شرینواس نے دعویٰ کیا کہ مرکزی حکومت اور وزیر اعظم نریندر مودی نیٹ-یو جی امتحان میں ہوئی دھاندلی اور پیپر لیک معاملے پر فرار والی صورت اختیار کر رہے ہیں۔ 'من کی بات' کے لیے وزیر اعظم مودی کے پاس وقت ہے، لیکن ملک کے نوجوانوں کے لیے ان کے پاس اتنا بھی وقت نہیں ہے کہ ایوان میں کھل کر اس تعلق سے بحث کریں۔ انھوں نے مزید کہا کہ وزیر اعظم مودی کو وزیر تعلیم کا استعفیٰ لینا چاہیے اور جلد از جلد نیٹ-یو جی امتحان کو رد کر 'ری-نیٹ' کروانا چاہیے۔ یوتھ کانگریس صدر شرینواس نے دعویٰ کیا کہ مرکزی حکومت اور وزیر اعظم نریندر مودی نیٹ-یو جی امتحان میں ہوئی دھاندلی اور پیپر لیک معاملے پر فرار والی صورت اختیار کر رہے ہیں۔ 'من کی بات' کے لیے وزیر اعظم مودی کے پاس وقت ہے، لیکن ملک کے نوجوانوں کے لیے ان کے پاس اتنا بھی وقت نہیں ہے کہ ایوان میں کھل کر اس تعلق سے بحث کریں۔ انھوں نے مزید کہا کہ وزیر اعظم مودی کو وزیر تعلیم کا استعفیٰ لینا چاہیے اور جلد از جلد نیٹ-یو جی امتحان کو رد کر 'ری-نیٹ' کروانا چاہیے۔

بی جے پی رکن پارلیمنٹ کی جیت کے جشن میں تقسیم کی گئی شراب، کانگریس نے مانگا جواب

بنگلورو:8/ جولائی (ایجنسیز) کامیابی کا جشن منانا کوئی معیوب بات نہیں ہے لیکن اگر یہ جشن شراب کی بوتلیں تقسیم کر منائی جائیں تو عمل معیوب ضرور ہو جاتا ہے۔ اگر یہ جشن انتخابی کامیابی کا ہو تو عوامی سطح پر اس کے خلاف آواز بھی بلند ہوگی۔ ایسا ہی ایک معاملہ کرناٹک میں سامنے آیا ہے، جس میں ملک کی سب سے بڑی نام نہاد سنسکاری پارٹی کے کامیاب ہونے والے رکن پارلیمنٹ نے اپنی کامیابی کا جشن شراب کی بوتلیں بانٹ کر منائی ہیں۔ اس کی ویڈیو سامنے آنے کے بعد کانگریس سخت حملہ آور ہوگئی ہے۔ بی جے پی رکن پارلیمنٹ کا نام ڈاکٹر کیشو سدھا کر ہے جو چکابلاّ پور سے منتخب ہوئے ہیں۔ انہوں نے اپنی جیت کے جشن میں شراب کی بوتلوں کی تقسیم کی ہے۔ یہ معاملہ سامنے آنے کے بعد ایک تنازعہ پیدا ہوگیا ہے۔ اس معاملے میں بنگلورو دیہی ایس پی نے کہا کہ محکمہ آبکاری نے شراب پارٹی کی اجازت دی تھی۔ اس پروگرام میں بی جے پی کے رکن پارلیمنٹ کے سدھا کر موجود نہیں تھے۔ ان کی جیت کے جشن میں مختلف قسم کے ویج اور نان ویج کھانے کے علاوہ بیئر اور وہسکی کی بوتلیں تقسیم کی گئیں۔ دریں اثنا بنگلورو دیہی پولیس کا کہنا ہے کہ بی جے پی لیڈروں کو 11,500 روپے کی فیس ادا کرنے کے بعد ایک دن کا شراب کا لائسنس دیا گیا تھا۔ بی جے پی لیڈروں کو توقع تھی کہ اس پروگرام میں 15 سے 20 ہزار لوگ شرکت کریں گے لیکن معاملہ اس وقت خراب ہو گیا جب توقع سے زیادہ لوگ وہاں پہنچ گئے اور بیئر اور شراب کے حصول کے لیے لڑائی ہوگئی۔ اس معاملے پر اب ریاست میں حکمراں پارٹی کانگریس نے سخت حملہ کیا ہے۔ کرناٹک کے نائب وزیر اعلیٰ ڈی کے شیوکمار نے کہا ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ بی جے پی کے قومی صدر جے پی نڈا اس معاملے پر وضاحت دیں۔ ہمیں مقامی لیڈروں سے کوئی وضاحت نہیں چاہیے۔ انہوں نے کہا ہے کہ یہ عمل بی جے پی کی ثقافت کو ظاہر کرتا ہے۔ اس پر قانونی کارروائی بعد کی بات ہے، پہلے بی جے پی کو اس پر بیان دینا چاہیے۔ اس دوران بی جے پی ایم پی ڈاکٹر کیشو سدھا کرنے کہا کہ میں نے یہ خبر میڈیا میں دیکھی، مجھے نہیں معلوم کہ شراب منتظمین نے دی تھی یا وہاں آنے والے لوگ لائے تھے۔ اس واقعہ سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ مجھے بھی تکلیف ہے۔ کوئی بھی پروگرام ہو شراب تقسیم کرنا ناقابل معافی جرم ہے۔ میں نے ہدایت کی ہے کہ آئندہ ایسا نہ ہو۔

کل 10/جولائی کو اورنگ آباد میں ایک پُروقار تقریب میں

پروفیسر قادر کی کتاب کا پروفیسر صادق کے ہاتھوں اجراء

ایڈوکیٹ رحمٰن، شاہینہ تبسم، محمد تقی، ارتکاز افضل، عظیم راہی نور الحسنین بطور مہمان خصوصی مدعو

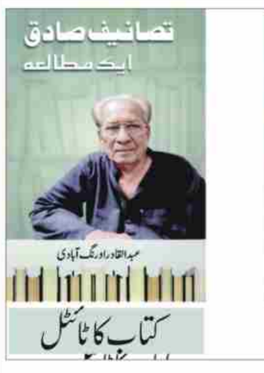

کتاب کا ٹائٹل

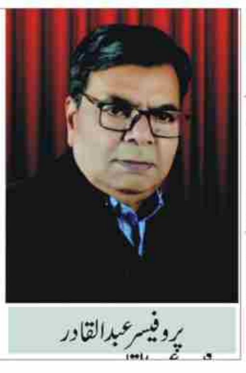

پروفیسر عبدالقادر

اورنگ آباد:۸/جولائی (ورق تازہ نیوز) پروفیسر عبدالقادر کی تیسری تصنیف "تصانیف صادق۔ایک مطالعہ" کا اجراء 10 جولائی 2024 بروز بدھ بوقت دو پہر دو بجے بمقام ڈاکٹر رفیق زکریا کالج فار ویمین، اورنگ آباد میں ہورہا ہے۔ اس تقریب اجراء میں بطور مہمان خصوصی پروفیسر صادق، سابق صدر شعبہ اردو دہلی یونیورسٹی، دہلی، پروفیسر شاہینہ بیگم، ایڈوکیٹ عبدالرحمٰن، چیرمین عالمی اردو ٹرسٹ (دہلی) کے علاوہ سینئر جرنلسٹ و مدیر اعلیٰ "ورق تازہ" محمد تقی، ڈاکٹر ارتکاز افضل، نور الحسنین، ڈاکٹر عظیم راہی، ڈاکٹر سلیم محی الدین و دیگر شرکت کریں گے۔ اس موقع پر پروفیسر صادق کا توسیعی خطاب بھی ہوگا۔ اس پُروقار تقریب میں شرکت کی درخواست پرنسپل مخدوم فاروقی شعبہ اردو، ڈاکٹر رفیق زکریا کالج فار ویمین، اورنگ آباد نے کی ہے۔

ناندیڑ میں مراٹھا سماج کی پُرامن ریلی سے جرنگے پاٹل کا خطاب

اگر بی جے پی بھجبل کہنے پر چلے گی تو ختم ہوجائے گی

ناندیڑ: 8/جولائی (ورق تازہ نیوز) انتر والی سرائی میں جہاں بھوک ہڑتال پرامن طریقے سے جاری ہے وہیں او بی سی طبقات نے سامنے بھوک ہڑتال شروع کردی ہے۔ یہ سوچ فڑنویس کی ہے اور وہ چھگن بھجبل کو اپنے ساتھ لے کر کررہے ہیں۔ بھجبل او بی سی کے کچھ لوگوں کے ساتھ ریزرویشن کی مخالفت کررہے ہیں۔ فڑنویس کے پاس اس کی طاقت ہے۔ تاہم، مراٹھا ریزرویشن لیڈر منوج جرنگے نے ناندیڑ سے خبردار کیا ہے کہ اگر بھجبل کو ساتھ لیا جائے تو بی جے پی کا صفایا ہوجائے گا۔ مراٹھواڑہ میں مراٹھا ریزرویشن کی امن ریلی شروع ہوئی ہے اور یہ ہنگولی، پربھنی سے 8 پیر کو دوپہر تقریباً 2 بجے ناندیڑ شہر کے راج کارنر سے منوج جرنگے کی قیادت میں شروع ہوئی۔ اس مقام پر مراٹھا برادری کی جانب سے ان کا شاندار استقبال کیا گیا۔ یہ ریلی راج کارنر سے ورکشاپ، آئی ٹی آئی، شیواجی نگر، کالا مندر مارگ چھترپتی شیواجی مہاراج پتلہ تک نکالی گی۔ ریلی اسی مقام پر اختتام پذیر ہوئی۔ اس ریلی میں ضلع کی مراٹھا برادری بڑی تعداد میں موجود تھی۔ اس میں چھوٹے بچوں، خواتین، بوڑھوں کی تعداد زیادہ تھی۔ اس ریلی کا اختتام کرتے ہوئے منوج جرنگے نے کہا کہ ہم فڑنویس سے درخواست کرتے ہیں کہ ہمیں جلد از جلد ریزرویشن دیں۔ فڑنویس کو بھجبل کو طاقت نہیں دینی چاہئے۔

پہلی ہی بارش نے بدعنوان مہایوتی حکومت کو بے نقاب کردیا

'چُلّو بھر پانی' نے ممبئی کو ڈبودیا: نانا پٹولے

ممبئی: پہلی بارش کے بعد ممبئی اور اس کے مضافات میں صورتحال کافی تشویشناک ہوگئی ہے۔ ممبئی اور اس کے مضافات کے کئی حصے زیر آب آگئے ہیں، ریل اور سڑکوں کی آمدورفت میں خلل پڑا ہے اور ممبئی والوں کو بے پناہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ بی ایم سی اور ریلوے انتظامیہ کے درمیان کوئی تال میل نہیں ہے۔ دوسری طرف بدعنوانی کی وجہ سے ممبئی کی عوام کو شندے حکومت کے گناہوں کا خمیازہ بھگتنا پڑ رہا ہے۔ یہ بہت سنگین معاملہ ہے کہ ملک کا معاشی دارالحکومت ایک ہی بارش میں پانی میں ڈوب جائے۔ مہاراشٹر پردیش کانگریس کمیٹی کے صدر نانا پٹولے نے ریاستی حکومت پر سخت حملہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ ممبئی کی بارش نے شندے-فڑنویس-اجیت پوار حکومت کو بے نقاب کردیا ہے۔ بدعنوان مہایوتی حکومت نے ممبئی کو چلو بھر پانی میں ڈبودیا ہے۔ ریاست کی مہایوتی حکومت پر تنقید کرتے ہوئے کانگریس کے ریاستی صدر نانا پٹولے نے مزید کہا کہ اس وقت ممبئی میونسپل کارپوریشن کی پوری ذمہ داری خود وزیر اعلیٰ کی ہے، لیکن ریاست غلط شخص کے ہاتھ میں جانے کی وجہ سے ممبئی اور مہاراشٹر کو خمیازہ بھگتنا پڑ رہا ہے۔ کیا ممبئی والوں کی محنت کی کمائی کھانے کے لیے میونسپل کارپوریشن کے دفتر میں دونگراں وزیروں کے دفاتر کھولے گئے ہیں؟ پٹولے نے کہا کہ وزیر اعلیٰ اپنی ناکامی کا الزام بارش پر لگا رہے ہیں۔ یہ پہلا موقع نہیں ہے جب ممبئی میں اتنی بارش ہوئی ہے۔ ایسا پہلے بھی ہوتا رہا ہے لیکن حالات اتنے خراب نہیں تھے جتنے آج ہیں۔ اگر مہایوتی حکومت نے تخریب کاری کی سیاست سے زیادہ اپنے کام پر توجہ دی ہوتی تو آج یہ صورتحال نہیں ہوتی۔ ممبئی میں کروڑوں روپے کی سیمنٹ کی سڑکیں بنی لیکن ان میں گڑھے پڑے ہیں۔ کوسٹل روڈ کی سرنگ میں رساو دکھائی دے رہا ہے اور اٹل سیتو میں دراڑیں دکھائی دے رہی ہیں۔ کیا یہ مہایوتی حکومت کا 'وکاس' ہے؟ حکومت کا دعویٰ ہے کہ میونسپل کارپوریشن نے مانسون سے قبل کی تیاری کی اور نالیوں کی مکمل صفائی کردی ہے۔ لیکن پیر کی بارش نے ان تمام دعوؤں کی تردید کردی ہے۔ وزیر اعلیٰ گرین کارپٹ پر کھڑے ہوکر نالوں کے معائنہ کررہے تھے یا معائنہ کا مذاق اڑا رہے تھے؟ ان کا دوہرا معیار بے نقاب ہوچکا ہے۔ نالوں کی صفائی کے نام پر حکمران لیڈروں نے بی ایم سی کے خزانوں پر چھاپے مار کر اپنی جیبیں بھر لی ہیں۔ ایک ہی بارش کی وجہ سے قانون ساز اجلاس دن بھر کے لیے ملتوی کرنا پڑا۔ یہ حکومت کی غفلت اور لاپرواہی کی بڑی مثال ہے۔ پٹولے نے کہا کہ جہاں بارش نے ممبئی میں زندگی کو درہم برہم کردیا ہے وہیں ریاست کے کئی حصوں میں مانسون کی بارشیں ابھی آنا باقی ہیں۔ کئی علاقوں میں بوائی کے مسئلے نے کسانوں کے سر پر بہت بڑا بوجھ ڈال دیا ہے۔ پانی کے بحران کی صورتحال انتہائی تشویشناک ہے۔ کئی دیہاتوں میں ماؤں بہنوں کو پانی لانے کے لیے پانچ کلومیٹر تک پیدل جانا پڑتا ہے۔ ٹینکر مافیا اور سرکاری افسران مل کر کروڑوں روپے کی بدعنوانی کر رہے ہیں۔ جانوروں کے چارے کا مسئلہ انتہائی سنگین ہو چکا ہے۔ نانا پٹولے نے کہا کہ حکومت صرف وزارت سے احکامات دیتی ہے لیکن انتظامیہ کچھ نہیں کرتی۔ ریاستی حکومت اس طرف کب توجہ دے گی؟ کانگریس کے ریاستی صدر نے کہا کہ ریاست میں لاء اینڈ آرڈر تباہ ہوچکا ہے۔ پولیس کا خوف نہ ہونے کی وجہ سے مجرم بے خوف ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ حکومت نے پونے میں پورش حادثے سے کوئی سبق نہیں سیکھا ہے۔ ورلی میں تیز رفتار کار نے ایک خاتون کو کچل دیا۔ یہ گاڑی شندے گروپ کے ایک عہدیدار کی ہے۔ نشے میں دھت گاڑی چلانے سے ایک معصوم خاتون کی موت ہو گئی۔ وزیر اعلیٰ کا کہنا ہے کہ وہ کسی کی حمایت نہیں کریں گے لیکن وہ کسی بات پر سنجیدہ نہیں ہیں۔ ملک بھر میں یہ پیغام دیا جارہا ہے کہ مہاراشٹر ایک محفوظ ریاست نہیں ہے اور ایسا پیغام ریاست کے مفاد میں نہیں ہے۔ ریاست میں افسران بھی محفوظ نہیں ہیں۔ پونے میں ٹریفک برانچ کی خاتون ملازم پر پٹرول چھڑک کر اسے جلانے کی کوشش کی گئی۔ ایسا لگتا ہے کہ مہاراشٹر پر غنڈے اور مافیا راج کررہے ہیں۔

حضرت مولانا محمد عمرین محفوظ رحمانی کی زیر سرپرستی آج ناندیڑ میں ایک روزہ اجتماع برائے تصوف وسلوک

ناندیڑ: 8 جولائی: (نامہ نگار) شیخ طریقت حضرت مولانا محمد عمرین محفوظ رحمانی دامت برکاتہم (ساجدہ نشین خانقاہ رحمانیہ مالیگاوں) کی زیر سرپرستی ایک روزہ اجتماع برائے تصوف وسلوک بتاریخ 9 جولائی 2024 بروز منگل بوقت تہجد سے رات 10 بجے تک بمقام مسجد قباء دیگلور ناکہ ناندیڑ منعقد کیا گیا ہے۔ اس اجتماع کی تربیت کچھ اسطرح رہے گی کہ بوقت تہجد ذکر ودعاء بعد نماز فجر حضرت والا کا مختصر خطاب ہوگا۔ 6:10 پر نماز اشراق کی ادائیگی، 6:30 پر چائے ناشتہ وآرام۔ 11 بجے سے 12 بجے تک کتابی تعلیم ہوگی جبکہ 12 سے 1:30 تک مریدین سے ملاقات۔ نماز ظہر سے پہلے کھانا ہوگا جبکہ بعد نماز ظہر خطاب۔ بعد نماز عصر مختصر خطاب وچائے ناشتہ۔ بعد نماز مغرب حضرت والا کا عمومی خطاب ذکر وبیعت اور اختتامی دعاء ہوگی۔ مریدین ومتوسلین ونوجوانان شہر ناندیڑ نے عوام الناس سے کثیر تعداد میں شرکت کی گزارش کی ہے۔

ٹرک کی ٹکر سے تین افراد ہلاک، تین شدید زخمی

ناندیڑ:8/جولائی (ورق تازہ نیوز) ٹرک کی ٹکر سے تین افراد موقع پر جاں بحق اور تین افراد شدید زخمی ہو گئے۔ بالاجی راجنا کٹاواڑ کی طرف سے دی گئی شکایت کے مطابق، 6 جون کو دوپہر 12.30 بجے سے 1 بجے کے درمیان، ٹرک نمبر 15-A TB0467 کے ڈرائیور نے مہاراشٹر تلنگانہ کے دھرم آباد پولیس اسٹیشن کے قریب دھرم آباد جانے والی سڑک پر اپنی ایٹو کو سامنے سے ٹکر ماردی۔ سرحد پر شیخ مجیب شیخ بابومی (44) ساکن سرسوتی نگر دھرم آباد، گنیش اشوک مراری (30) ساکن دھرم آباد، پیراجی لکشمن اڈکیکر (50) ساکن رتنالی ضلع دھرم آباد کی موقع پر ہی موت ہوگئی۔ اس کے ساتھ روہت مادھوڈاہلے (20) ساکن دھرم آباد، راجنا مدنا کٹاواڑ (35) ساکن رتنالی اور بالاجی راجنا کٹاواڑ (28) ساکن رتنالی زخمی ہوئے ہیں۔ دھرم آباد پولیس نے اس کیس کو تعزیرات ہند کی دفعہ 325105,(b) اور موٹر وہیکل ایکٹ کی دفعہ 134 / 187 کے تحت مقدمہ نمبر 155 / 2024 کے طور پر درج کیا ہے۔ خاتون پولیس سب انسپکٹر پوار جرم کی مزید تفتیش کررہی ہیں۔

حضرت حبیب حسنؒ

مراسلہ: انجینئر محمد رفیع الدین صدیقی، اورنگ آباد

حبیب حسنؒ سے متعلق حبیب عیدروسؒ کی کرامت: حبیب عیدروسؒ کے ایک معتبر خادم عبداللہ بن جعفر برواس بیان کرتے ہیں کہ حبیب عیدروسؒ کے صاحبزادے حبیب حسنؒ (جن کا مزار ناندیڑ میں گاری پورہ محلّہ کی بڑی درگاہ میں واقع ہے) کی تسمیہ خوانی کی تقریب تھی بسم اللہ پڑھانے سے پہلے صاحبزادہ کو گھوڑے پر بٹھا کر برأت نکالی گئی مریدین ومعتقدین تقریباً پانچ سو (۵۰۰) آدمی برأت میں شریک تھے۔ تقریباً (۵۰) پچاس آدمیوں کو دعوت تھی۔ حبیب صاحبؒ کے خادم عبداللہ بن جعفر اس تقریب کے منتظم خاص تھے۔ ان کے سامنے سوال تھا کہ پکوان کم ہے اور افراد زیادہ ایسی صورت میں کیا کیا جائے۔

عبداللہ بن جعفر پریشان ہوکر حبیب صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کیفیت بیان کی حبیب صاحبؒ نے اپنے جسم سے شال اتار کر انھیں دی۔ اور فرمایا کہ اس شال کو دیگ پر اڑھادو اور بسم اللہ کہہ کر نکالتے جاؤ۔ منتظم صاحب نے ایسا ہی کیا۔ سارے حاضرین اطمینان سے کھانے سے فارغ ہوئے۔ حبیب صاحبؒ قبلہ کو اطلاع دی گئی آپ نے حکم دیا کہ شال نکال لاؤ۔ جب شال نکالی گئی تو شال ڈھانکنے سے پہلے جتنا کھانا تھا۔ اب بھی اتنا ہی باقی تھا۔ اللہ تعالیٰ کا فضل حبیب صاحبؒ کی کرامت کے ذریعہ ظاہر ہوا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ صالحین کے تبرکات برکت کا ذریعہ ہیں۔

حضرت حبیب حسنؒ کا مبارک نام حضرت سید شرف الدین حسن رحمۃ اللہ علیہ ہے آپ حبیب عیدروسؒ کے فرزند ہیں موجودہ حبیب صاحبؒ حضرت حبیب مجتبیٰ صاحبؒ کے والد کے چچا ہیں۔ آپؒ کو علم سے بہت دلچسپی تھی۔ آپ کی تصویر میں بھی آپ کتابوں کے ساتھ نظر آتے ہیں۔ اس سے آپ کے علمی ذوق کا پتہ چلتا ہے۔

آپؒ کا انتقال ناندیڑ میں بتاریخ یکم محرم ۱۳۳۴ ہجری م ۹ نومبر ۱۹۱۵ء بروز منگل ہوا۔ اس وقت ان کے والد حضرت حبیب عیدروسؒ موجود تھے۔ آپؒ نے فرزند کے مدفن کیلئے گاڑی پورہ ناندیڑ کی بڑی درگاہ میں جگہ پسند فرمائی وہیں آپؒ کا مزار مبارک ہے۔

ہر سال یکم محرم کو آپ کا عرس منایا جاتا ہے جس میں حیدرآباد کے علاوہ آندھراپردیش، کرناٹک، مہاراشٹر اور دیگر ریاستوں سے بلالحاظ مذہب وملت کثیر تعداد میں زائرین شرکت کرتے ہیں۔ اور حضرتؒ کا فیض پاتے ہیں۔

ابتدا میں عرس کے انتظامات انبیا خان صاحب کے زیر نگرانی انجام پاتے تھے۔ ان کے انتقال کے بعد اس کام کو ان کے ماموں محمد حسین یاور خان صاحب عرف لالہ میاں نے نہایت خوش اسلوبی سے انجام دئے۔ اس کے بعد یہ انتظامات کارکنان مدرسہ اسلامیہ عیدروسیہ ناندیڑ کرتے ہیں۔ سن ۱۹۴۸ء تک یہ عرس اپنی مخصوص روایات کے سبب اپنی نظیر آپ تھا۔ اس عرس میں پٹھانوں اور عربوں کے فنون سپاہ گری کے مظاہرے خاص نوعیت کے تھے۔

منقبت درشان حضرت حبیب حسنؒ بن حضرت حبیب عیدروسؒ

آپؒ آلِ نبی ﷺ میرے حضرت حسنؒ
آپؒ ابنِ علیؓ میرے حضرت حسنؒ

تسمیہ خوانی میں آپ کی منفرد
خوب برکت رہی میرے حضرت حسنؒ

علم تفسیر پر دسترس آپؒ کی
تھی بڑی واقعی میرے حضرت حسنؒ

عیدروسی کرم کی یہ پہچان ہے
یاں جو مرقد بنی میرے حضرت حسنؒ

اِک صدی ہوگئی نہر جاری مگر
آپ کے فیض کی میرے حضرت حسنؒ

حضرتِ مجتبیٰ سب پہ قائم رہیں
عمر پائیں بڑی میرے حضرت حسنؒ

عاصی ساجدؔ پہ ہو اِک نگاہِ کرم
آپؒ کی آپؒ کی میرے حضرت حسنؒ

از: محمد کمال الدین صدیقی ساجد، ناندیڑ

پرنٹر، پبلیشر، پروپرائٹر محمد تقی نے علینہ پرنٹرس، اسماعیل مارکیٹ، چوک بازار ناندیڑ 431604 سے طبع کر کے 229-6-4، بڑی درگاہ، گاڑی پورہ ناندیڑ 431604 سے شائع کیا۔ ایڈیٹر : محمد نقی *(پریس اینڈ رجسٹریشن آف بکس ایکٹ 1867 کے مطابق اخبار میں شائع خبروں اور دیگر مشمولات کے لئے ذمہ دار)
Printed,published and owned by Mohammad Taqui .Printed at Aleena Printers,Ismail Market,Chowk Bazaar, Nanded-431604 and published at 4-6-229,Badi Dargah,Gadipura, Nanded-431604. Editor:Mohammad Naqui
POSTAL RGN.NO.G2/RNP/NND-303/2021-2023 Mobile 8055362952-9325610858 Office: 2nd Floor, Ismail Market,Chowk Bazaar Nanded

کسی بھی قابل اعتراض تحریر کیلئے قانونی چارہ جوئی صرف ناندیڑ کی عدالت میں ہوگی۔